ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

5 جمادی الثانی 1434ھ • مئی 2013ء

خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
خاندانِ فاروقی کی بنوہاشم سے رشتے داریاں

اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (یوسف:۲۱)

''مجددِ اعظم'' منقبت امیر المؤمنین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

- وطن آ گیا ہے لٹیروں کی زد میں
- امتِ مسلمہ کے خلاف قادیانیت کی نئی صف بندی
- انتخابات ۲۰۱۳ء اور قادیانی
- اسلام براستہ جمہوریت
- ''میں ڈرتا ورتا کسی سے نہیں''
- جمہوری سیاست اور سید مودودی

گریز از طرزِ جمہوری غلام پختہ کارے شو — کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

عہدِ حاضر کے سب سے بڑے بُت ظلم و عدوان اور لوٹ کھسوٹ پر مبنی شرکیہ جمہوری نظام کے ابطال پر

ماہنامہ **سنابل** کراچی

مدیر: محمد احمد حافظ

اشاعتِ خاص

مئی ۲۰۱۳ء

”فتنہ جمہوریت نمبر“

جس میں شامل ہیں اکابر علماء حق اور اہلِ قلم کے مقالات و مضامین

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت علامہ سید سلیمان ندوی، حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہید، حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری، حضرت مولانا سید عطاالمحسن بخاری، مولانا محمد حسن جان، غازی عبدالرشید شہید، حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر، مولانا فضل محمد، مولانا مفتی حمید اللہ جان، مولانا حکیم محمود احمد ظفر، ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری، زاہد صدیق مغل، شاہنواز فاروقی، اوریا مقبول جان، اور کئی دیگر علماء، اہل قلم اور صاحبانِ دانش کے رُشحاتِ قلم سے مزین وقیع علمی فکری اور انقلابی دستاویز...... عہد حاضر کے سب سے بڑے بت ”جمہوریت“ پر کاری ضرب لگانے والے مضامین۔

ماہنامہ سنابل کے خاص نمبر کی کاپی آج ہی محفوظ کرائیں

رابطہ: 4-G-1/17 نزد پاکستان بلڈ بینک ناظم آباد نمبر 4 کراچی، فون 0331-2829783

کراچی: سراج نیوز ایجنسی...... 0334-3372304 — بہاولپور: قاسمی نیوز ایجنسی...... 0313-6367755

ملتان: دار بنی ہاشم مہربان کالونی...... 0300-8020384 — چیچہ وطنی: فضل دین ٹریڈرز...... 0300-9699229

راولپنڈی: کمبائنڈ نیوز ایجنسی...... 0321-5352745 — ڈیرہ اسماعیل خان: اسٹار نیوز ایجنسی...... 0333-9968040

لاہور: مکتبہ نقوشِ اسلامی اردو بازار...... 0331-4135212

sanabilmag@gmail.com

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 24 شمارہ 5 | جمادی الثانی 1434ھ — مئی 2013ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری

بانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

فیضانِ نظر

مولانا حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

حضرت پیرجی ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیرِ مسئول

سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر

عبد اللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید صبیح الحسن ہمدانی

sabeeh.hamdani@gmail.com

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

تزئین

محمد نعمان سنجرانی

nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد 0300-7345095

تشکیل

دل کی بات:	"وطن آگیا ہے لٹیروں کی زد میں"	مدیر	2
شذرات:	انتخابات ۲۰۱۳ء اور قادیانی	عبد اللطیف خالد چیمہ	4
دین و دانش:	خاندانِ فاروقی کی بنو ہاشم سے رشتہ داریاں (قسط اول)	مولانا حکیم محمود احمد ظفر	8
//	خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ	16
ادبیات:	"مجددِ اعظم" منقبت امیر المومنین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ	مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ	19
افکار:	اسلام براستہ جمہوریت	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	24
//	"میں ڈرتا ورتا کسی سے نہیں"	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	36
//	جمہوری سیاست اور سید مودودی	انتخاب: ڈاکٹر عبد القہار قاسمی	38
//	الیکشن	پروفیسر محمود الحسن قریشی مرحوم	42
آپ بیتی:	ورق ورق زندگی (قسط: ۲۴)	پروفیسر خالد شبیر احمد	45
مطالعہ قادیانیت	لاہور میں قادیانیوں کا ایک اور تبلیغی مرکز پکڑا گیا	سیف اللہ خالد	53
	اُمتِ مسلمہ کے خلاف قادیانیت کی نئی صف بندی	مولانا مشتاق احمد چنیوٹی	56
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	59
یادِ رفتگاں:	چودھری محمد طفیل رحمۃ اللہ علیہ	محمد ارسلان فیاض	63
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	64

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ——— -/200 روپے

بیرون ملک ——— -/1500 روپے

فی شمارہ ——— -/20 روپے

ترسیل زر بنام ماہنامہ نقیب ختم نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک: 0278 یو بی ایل ۔۔۔ ملتان

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

www.ahrar.org.pk

www.alakhir.com

majlisahrar@hotmail.com

majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوت شعبۂ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan (Pakistan)

دل کی بات　　　　مدیر

''وطن آ گیا ہے لٹیروں کی زد میں''

عام انتخابات کے انعقاد میں چند روز باقی رہ گئے ہیں۔اس وقت بلوچستان، خیبر پختونخوا اور سندھ تینوں صوبے بم دھماکوں اور فائرنگ سے گونج رہے ہیں۔ اے این پی، ایم کیو ایم اور اب پیپلز پارٹی کے انتخابی جلسے اور دفاتر ان دھماکوں کی زد میں ہیں۔ درجنوں افراد جاں بحق ہو چکے اور سیکڑوں زخمی لیکن دھماکے ہنوز جاری اور روز کا معمول بن گئے ہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق تحریکِ طالبان پاکستان نے ملک کی سیکولر پارٹیوں پر واضح کر دیا ہے کہ وہ اُن کے نشانے اور ہدف پر ہیں۔ بہ ظاہر یہ صورتِ حال انتہائی تشویش ناک ہے۔ یہ سوال بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ کیا واقعی طالبان ان کارروائیوں میں ملوث ہیں؟ اگر ہیں تو پھر چند ماہ پہلے اُن کی طرف سے مذاکرات کی پیش کش کو ملکی سلامتی و مفاد میں قبول کیوں نہ کیا گیا؟ اگر ان کی پیش کش کو قبول کر لیا جاتا تو موجودہ سنگین صورتِ حال پیدا نہ ہوتی۔

ملک کی تینوں بڑی سیکولر سیاسی جماعتیں انتخابی اکھاڑے میں اپنی اپنی قوت کا اظہار کر رہی ہیں لیکن افسوس ناک صورتِ حال یہ ہے کہ پیپلز پارٹی، مسلم لیگ اور پی ٹی آئی ریاست کو اسلام سے آزادی دلانے اور پاکستان کو ایک سیکولر سٹیٹ بنانے کے امریکی ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں، اُن کے انتخابی منشور سے ''اسلام'' غائب ہو چکا ہے اور نیا پاکستان بنانے کا غوغا بلند ہو رہا ہے۔

اُدھر چیف الیکشن کمشنر فخر الدین نے وِیا کھیان دیا کہ:

''انتخابات میں مذہب کے نام پر ووٹ مانگنا قابلِ سزا جرم ہے۔''

یہی امریکی، یہودی و نصرانی ایجنڈا ہے جس کی تکمیل کے لیے اُن کے دیسی گماشتے قادیانی، پاکستان کے اعلیٰ اداروں، بیورو کریسی اور سیاسی پارٹیوں میں سرگرمِ عمل ہیں۔ مسلم لیگ ''ن'' میں بریگیڈیئر (ر) نیاز احمد، پیپلز پارٹی میں پرویز مشرف دور کی منحوس یادگار چودھری طارق عزیز اور تحریکِ انصاف میں شفقت محمود قادیانی مشن پر عالمی طاغوت اور استعمار کے مفادات کے تحفظ کے لیے لابنگ کر رہے ہیں۔ نواز شریف نے قادیانیوں کو بھائی کہا، پیپلز پارٹی بھٹو کے قادیانیوں کے بارے خیالات اور اسمبلی کے متفقہ فیصلے کو بتانے میں شرم محسوس کرتی ہے اور اسے بھٹو کی غلطی تصور کرتی ہے۔ تحریکِ انصاف کے عمران خان، قادیانی سربراہ مرزا مسرور سے ووٹوں کی بھیک مانگتے ہیں اور قادیانیوں کے بارے میں آئینی فیصلے پر اظہارِ خیال سے گریز کرتے ہیں۔

بھلا ہو آرمی چیف جنرل اشفاق کیانی کا جنہوں نے اسلام اور پاکستان کے بارے میں واضح مؤقف کا اظہار کیا ہے۔ کاکول اکیڈمی میں پاسنگ آؤٹ پریڈ سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ:

''پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا اور اسلام کو کبھی پاکستان سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام ہی پاکستان کو متحد رکھنے والی قوت ہے۔ پاک فوج ملک کو حقیقی اسلامی جمہوری بنانے کے خواب کی تکمیل کے لیے ہر ممکن کوشش کرتی رہے گی۔''

پاکستان کے سیکولر سیاست دان جس سمت میں سفر کر رہے ہیں وہ کامیابی کا نہیں ہلاکت و بربادی کا سفر ہے۔ قوم خبردار رہے ملک کی نظریاتی اساس ختم کرنے، آئین میں موجود اسلامی دفعات کو حذف کرنے اور ریاست کی اسلامی شناخت اور حیثیت کو ختم کر کے اسے لادین بیساکھیوں پر کھڑا کرنے کی سازش کی جارہی ہے۔

دین و دانش کے حریفوں کی یہی خواہش ہے
روحِ انساں نہ رہے، جراءتِ ایماں نہ رہے

65 سال سے قوم اور وطن کو لوٹنے والے نام نہاد ہمدرد نہ صرف خود جاگ اُٹھے ہیں بلکہ اُن کے پیٹوں میں قومی ہمدردی کا درد بھی جاگ اُٹھا ہے۔ رہزنوں نے رہنمائی کے چادریں اوڑھ لی ہیں۔ جمہوری نظام کا تماشا بھی عجیب ہے، ہر پانچ، دس سال بعد قوم اپنے ڈاکوؤں، چوروں، لٹیروں، رہزنوں اور قاتلوں کو خود منتخب کرتی ہے۔

الیکشن کمیشن نے جن کو نااہل قرار دیا وہ پھر اہل ہو گئے۔ عدالتی بارہ دری میں قومی مجرم ایک دروازے سے ''مجرم'' بن کر نکلتے ہیں تو دوسرے دروازے میں ''محرم'' بن کے داخل ہو جاتے ہیں۔ جعلی تعلیمی اسناد کے حامل، اربوں، کھربوں کی بددیانتی کے مرتکب، اجرتی قاتلوں اور لٹیروں کے سرپرست، رسہ گیر، ظالم، فُسّاق وفُجّار کلین چٹ لے کر پھر قوم کی رہنمائی کے لیے انتخابی میدان میں آدھمکے ہیں...... ''وطن آ گیا ہے لٹیروں کی زد میں''

موجودہ انتخاب قوم کے لیے سخت امتحان ہے۔ ویسے تو اس نظام کے ذریعے بہتری کی کوئی اُمید نظر نہیں آتی لیکن ہماری خواہش کہ اسے چلنے دیا جائے اور سرمایہ دارانہ نظام کو بھی کمیونزم کی طرح اپنے منطقی انجام تک پہنچنے میں ہمیں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔ جمہوریت کے بت کی پوجا اب زیادہ دیر تک جاری نہیں رہ سکے گی اس لیے کہ یہ بت گر رہا ہے، ٹوٹ رہا ہے اور اپنے انجام کو پہنچ رہا ہے۔

پرویز مشرف کو تقدیر وطن لے آئی ہے اس کو جوتے پڑ رہے ہیں، بے نظیر قتل کیس میں گرفتاری عمل میں آ چکی ہے۔ ججز قید کیس چل رہا ہے، اکبر بگٹی قتل اور لال مسجد آپریشن کے مقدمات بھی چلنے ہیں۔ ابھی بہت حساب باقی ہے جو اُسے بہر حال دینا ہے۔

اِک ذرا صبر کہ فریاد کے دن تھوڑے ہیں
لیکن اب ظلم کی میعاد کے دن تھوڑے ہیں

انتخابات ۲۰۱۳ء اور قادیانی

عبداللطیف خالد چیمہ

ایک طویل جدوجہد کے بعد ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو سرکاری سطح پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو قادیانیوں نے اس فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا بلکہ بین الاقوامی سطح پر اس دستوری فیصلے کے خلاف مسلسل ایک مہم جاری رکھی ہوئی ہے، قادیانی مُصر ہیں کہ وہ ’’مسلمان‘‘ ہیں اور دنیا کے دوارب کے قریب مسلمان ’’قادیانی تعلیمات‘‘ کے مطابق مسلمان نہیں۔

قادیانی جماعت کے ترجمان سلیم الدین نے ۱۱/مئی کو ہونے والے انتخابات کے حوالے سے جو پالیسی بیان دیا، ملاحظہ فرمائیں:

’’لاہور (اے ایف پی) قادیانی جماعت کے ترجمان سلیم الدین کا کہنا ہے کہ ہم ۱۱/مئی کے الیکشن کا بائیکاٹ کریں گے، ہماری تنظیم کی خواہش ہے کہ عام انتخابات کی ووٹر لسٹ میں ہمارا بھی نام شامل کیا جائے، ہمیں اقلیت کے طور پر ووٹ استعمال کرنے کا حق نہ دیا جائے۔‘‘ (روزنامہ ’’دنیا‘‘ راولپنڈی، ۲۵/اپریل ۲۰۱۳ء صفحہ آخر)

قادیانی جماعت کے بیان سے بالکل واضح ہے کہ وہ اپنے کفر و اِرتداد کو اسلام کے ٹائٹل کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے اس پر بضد ہے کہ وہ ہی مسلمان ہیں اور پوری دنیا کے مسلمان کافر! اس حوالے سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ لاہوری و قادیانی مرزائیوں نے ملکی و بین الاقوامی سطح پر یہ پالیسی وضع کر رکھی ہے کہ کسی نہ کسی طریقے سے اپنے آپ کو مظلوم ثابت کرتے رہنا ہے اور اس کام کے لئے مختلف ادوار کی حکومتوں اور سیاسی جماعتوں میں اپنے اثر و نفوذ کو بڑھانے کے لئے وہ مسلسل لگے ہوئے ہیں۔ ۱۹۷۴ء کی قرار دادِ اقلیت اور ۱۹۸۴ء کے امتناع قادیانیت ایکٹ کو اِنتہا پسندی سے تعبیر کرانے کے لئے وہ مختلف سیاسی جماعتوں میں لابنگ کرتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر گزشتہ دنوں نئے انتخابات کے حوالے سے تحریک انصاف برطانیہ کے وفد نے اپنی ایک عہدیدار نادیہ رمضان چودھری کی قیادت میں قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد سے ملاقات کر کے انتخابات میں تعاون حاصل کرنے کی درخواست کی، یہ ویڈیو سوشل میڈیا پر دیکھی

جاسکتی ہے۔ روزنامہ ''اسلام'' نے ۲۵/اپریل کو صفحہ اوّل پر اس ویڈیو کو اس طرح نقل کیا ہے۔

''لندن (آئی این پی) قادیانیوں کے روحانی پیشوا مرزا مسرور احمد نے کہا ہے کہ تحریک انصاف کے چیئر مین عمران خان نے بالواسطہ رابطہ کر کے حمایت کی درخواست کی تھی جس پر میں نے ان سے کہا تھا کہ ہم نے پہلے ذوالفقار علی بھٹو کو ووٹ دیا تو انھوں نے ہمیں غیر مسلم قرار دے دیا، اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے، جب آپ اسمبلی میں جائیں تو انصاف کریں گے اس کے بعد ہم اس حوالے سے سوچ سکتے ہیں۔ جبکہ تحریک انصاف کی ایک عہدیدار نادیہ رمضان چودھری نے لندن میں ان سے ملاقات کر کے تحریک انصاف کو سپورٹ کرنے کی درخواست کی ہے۔ تفصیلات کے مطابق سوشل میڈیا پر قادیانیوں کے روحانی پیشوا سے تحریک انصاف لندن کے ایک وفد کی ملاقات کی ویڈیو کے چرچے عام ہیں جس میں تحریک انصاف کے وفد کو مرزا مسرور سے ملاقات کرتے دکھایا گیا ہے اور اس ملاقات میں پاکستان کے آنے والے انتخابات پر غور کیا گیا۔ ویڈیو میں تحریک انصاف لندن کی ایک عہدیدار نادیہ رمضان چودھری مرزا مسرور سے یہ کہہ کر اپنا تعارف کرواتی دکھائی گئی ہیں کہ وہ تحریک انصاف اور عمران خان کے سیکرٹریٹ میں کام کرتی ہیں اور آپ کیا سمجھتے ہیں کہ آئندہ عام انتخابات میں کیا ہوگا اور آپ جس کمیونٹی کی نمائندگی کرتے ہیں وہ انصاف، برابری پر یقین رکھتی ہے اور تحریک انصاف کی بھی یہی سوچ ہے اس لیے میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ آپ آئندہ انتخابات میں کس کو سپورٹ کریں گے اور اپنے پیروکاروں کو اس کے لئے ہدایت کریں گے۔ جس کے جواب میں قادیانی جماعت کے سربراہ نے کہا کہ آپ تحریک انصاف کی ہیں، چند روز قبل عمران خان نے ایک بیان دیا تھا کہ نواز شریف اور پیپلز پارٹی نے باریاں مقرر کی ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک مرتبہ ایک اور دوسری مرتبہ دوسری اقتدار میں آتی ہے، سیاست کا تو یہ حال ہے اور جہاں تک یہ سوال ہے کہ ہم کس کو ووٹ دیں گے ہمارا اگر ووٹ ہوتو ہم ہر اس کو دیں گے جو ملک کا خیر خواہ اور انصاف پسند ہو۔ اب آپ یہ سوال کریں گی کہ ہمارا ووٹ کیوں نہیں ہے؟ ہمارا ووٹ اس لئے نہیں ہے کہ ہمیں (احمدیوں کو) غیر مسلم قرار دیا گیا ہے اور احمدیوں کو کمیونٹی سے بالکل ہی الگ تھلگ کر کے ان کی ووٹر لسٹ بھی الگ کر دی گئی ہے، اس لئے ہم ووٹنگ میں حصہ ہی نہ لیں تو بہتر ہے۔ ہم کلمہ گو ہیں، اس کے باوجود ہمیں کیوں غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں یہ بات ڈیکلیئر کی گئی تھی کہ قادیانی غیر مسلم تصور ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ جب تحریک انصاف کو بنایا گیا تھا تو اس وقت میں پاکستان میں تھا اور عمران خان نے ایک صاحب کو میرے پاس بھیجا کہ ہم نئی جماعت بنا رہے ہیں اور آپ الیکشن میں ہمیں سپورٹ کریں۔ جس پر میں نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ بڑے انصاف پسند ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب

کرے۔لیکن جہاں تک ووٹ کا سوال ہے ہمارے پاس ووٹ ہے ہی نہیں۔انہوں نے کہا کہ یہی بات ہے کہ کسی مولوی کے خوف سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے قانون کو واپس لینے کی کوئی بات نہیں کرسکتا۔ پہلے آپ اسمبلی میں آئیں ہم آپ کی آواز کو سنیں گے تب دیکھیں گے کہ آپ کو ووٹ دیں یا نہ دیں۔اس سے پہلے ہم نے ذوالفقار علی بھٹو کو ووٹ دیا تھا نتیجۃً انہوں نے ہمیں غیر مسلم قرار دلوادیا۔تحریک انصاف کی عہدیدار نادیہ رمضان چودھری نے ان سے پھر سوال کیا کہ تحریک انصاف کے منشور میں تمام مذاہب کی آزادی کو یقینی بنانے کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔جس پر قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا مسرور احمد نے کہا کہ کس پارٹی کا منشور ہے کہ پاکستانی شہری کی حیثیت میں امتیازی سلوک ہونا چاہیے۔جب آپ انصاف کریں گے تو اگلا ووٹ ہم آپ کی جماعت کو دے دیں گے۔سوشل میڈیا پر اس ویڈیو کا بہت چرچا ہے اور ہزاروں لوگ اس ویڈیو کو شیئر کرنے کے علاوہ کمنٹس بھی دے رہے ہیں''۔

اِس سے ملتی جلتی صورتحال تقریباً سبھی سیاسی جماعتوں کی ہے اور بعض سیاسی جماعتوں کے اندر دین کا درد رکھنے والے اصحاب کو اس پر تحفظات بھی ہیں اور تشویش بھی۔مسلم لیگ ''ن'' میں بریگیڈیئر (ر) نیاز احمد اور پیپلز پارٹی میں چودھری طارق عزیز، قادیانیوں کے لیے لابنگ کر رہے ہیں۔نگران وزیر اعلیٰ نجم سیٹھی کا انگریزی ہفت روزہ ''فرائیڈے ٹائمز'' ماضی میں جس طرح کھل کر دین و وطن دشمنی اور بدترین قادیانیت نوازی کا مظاہرہ کر چکا ہے وہ باخبر حلقوں سے ہرگز پوشیدہ نہیں، اب بھی سرکاری انتظامیہ کے اعلیٰ افسران میں قادیانیوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جو ملک کے لئے خطرات میں اضافہ کا موجب ہے۔اِن سطور کے ذریعے ہم یہ درخواست کرنا چاہیں گے کہ جملہ اہل اسلام اور خصوصاً تحفظِ ختمِ نبوت کے محاذ کے کارکن اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور ۱۱رمئی کے انتخابات میں اپنے اپنے علاقوں میں اس بات پر گہری نظر رکھیں کہ قادیانی دجل وفریب کے ذریعے علاقائی امیدواروں کی قربت حاصل کر کے اپنے اِرتدادی مشن کو آگے بڑھاتے ہیں اور علاقائی سیاست پر اثر انداز ہونے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

جرمن ریاست ''ہیسن'' میں مسلم بیداری

گزشتہ سال کے آخر میں جرمنی کی ریاست ہیسن کے سرکاری پرائمری سکولوں میں اسلامی تعلیم کا آغاز ہُوا جو یقیناً وہاں کے مسلمانوں کا حق ہے۔روزنامہ ''جنگ'' لاہور ۲۱ر دسمبر ۲۰۱۲ء کے مطابق ریاستی حکومت نے نصاب کی تیاری اور اساتذہ کی تربیت کے لئے جرمنی میں ترک مسلمانوں کی سب سے بڑی تنظیم دِتیب (DITIB) کے علاوہ جماعت احمدیہ (قادیانی جماعت) کا انتخاب کیا۔جرمنی کے علماء کرام نے اس پر تشویش کا اِظہار کیا تھا۔پاکستان میں مجلس احرارِ اسلام

اور پاکستان شریعت کونسل نے اس کا نوٹس لیا اور محنت کی، ملکی سطح پر محض اپنے داخلی ماحول میں محنت کے تسلسل کی ضرورت سے ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن عالمی رائے عامہ کی تشکیل اور رہنمائی میں مؤثر کردار ادا کرنے کے لئے جس ہمہ گیر محنت کی ضرورت ہے ہم عمومی طور پر اس سے غافل ہیں۔ الحمدللہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اب اس کا کچھ نہ کچھ احساس ہونے لگا ہے ، جرمن کی ریاست ہیسن کے مسلمانوں نے مسلم بچوں کے لئے نصاب کی تیاری کی کمیٹی میں قادیانیوں کو بطور مسلمان شامل کرنے کا نوٹس لیتے ہوئے ابتدائی طور پر پیش رفت کی ہے، جس کو روزنامہ ’’جنگ‘‘ نے اس طرح رپورٹ کیا ہے:

’’فرینکفرٹ (نمائندہ جنگ) چار ہزار سے زائد افراد نے اپنے دستخطوں کے ساتھ جرمن وفاقی ریاست ہیسن کی پارلیمنٹ میں درخواست دائر کی ہے کہ جماعت احمدیہ کو اس ریاست کے پرائمری سکولوں میں اپنے مذہب کی تعلیم کو اسلامی تعلیم کا نام دینے کی اجازت نہ دی جائے۔ یہ درخواست ریاستی حکومت کی جانب سے اس موسم سرما سے اسلام کو نصاب تعلیم کا حصہ بنانے کے فیصلہ پر عمل درآمد کے لئے ترک تارکین وطن کے ادارے دیتیب کے علاوہ جماعت احمدیہ کا انتخاب کرنے کے نتیجہ میں دی گئی ہے۔ اس درخواست پر ریاستی آئین کے مطابق پارلیمنٹ کی ایک کمیٹی غور کرے گی۔ انٹرنیٹ پر شائع کی گئی درخواست پر دستخط کرنے والے چار ہزار ایک سو افراد میں پاکستان کے علاوہ تمام مسلمان ملکوں سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہیں جن میں زیادہ تر نوجوان نمایاں ہیں۔ درخواست پر دستخط کرنے والوں کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس درخواست کا مقصد کسی کے خلاف اشتعال یا تشدد کے جذبات ابھارنا نہیں بلکہ انہیں انسانی حقوق کے یورپی کنونشن کی دفعہ ۱۳ کے تحت جرمنی کی وفاقی اور ریاستی حکومتوں کے سامنے اپنا مؤقف پیش کرنا ہے۔ درخواست کے محرکین اور دستخط کنندگان جماعت احمدیہ کو ریاستی سکولوں میں اسلامی تعلیم کے لئے بطور شریک کار منتخب کرنے کی بناء پر یہ سوال اٹھانا چاہتے ہیں کہ کیا جرمنی کے آئین کے تحت سکولوں میں مذہبی تعلیم کا کام فرقوں کے سپرد کیا جاسکتا ہے۔‘‘

(روزنامہ ’’جنگ‘‘ لندن ۱۰ اپریل ۲۰۱۳ء)

جرمن میں تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں اس مسلم بیداری پر ہم وہاں کے مسلمانوں کے شکر گزار ہیں اور دنیا بھر کے مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو واچ کر کے ان کے سدباب کا اہتمام فرمائیں۔

☆☆☆

قسط اوّل:

خاندانِ فاروقی کی بنو ہاشم سے رشتہ داریاں

مولانا حکیم محمود احمد ظفر

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور اُن کے خاندان کی طرح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کی بھی آل ابو طالب اور بنو ہاشم کے ساتھ گہری اور قریبی رشتہ داریاں تھیں اور بعثت نبوی کے بعد تو ان رشتہ داریوں میں اور بھی اضافہ ہوا۔

رشتۂ اوّل:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خاندانِ نبوّت تو کیا خود نبوّت سے یہ رشتہ تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دامادِ عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد میں دی۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا زینب بنت مظعون کے بطن سے تھیں۔ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔ ان کا پہلا نکاح بنو سہم کے ایک شخص خنیس بن حذافہ سے ہوا۔ شوہر کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ ۲ھ میں غزوہ بدر پیش آیا۔ ان کے شوہر خنیس رضی اللہ عنہ جنگِ بدر میں زخمی ہو گئے اور انہی زخموں کی وجہ سے مدینہ طیّبہ میں آ کر شہادت پائی۔

ایّامِ عدّت گزرنے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی فکر ہوئی۔ اسی زمانہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ اس وجہ سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے۔ اور ان سے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ انہوں نے اس پر غور کا وعدہ فرمایا لیکن چند روز بعد صاف انکار کر دیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے انکار سے مایوس ہو کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بات کی لیکن انہوں نے بھی خاموشی اختیار کی۔ جس سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو رنج ہوا۔ چند روز بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے خود ملے اور فرمایا کہ جب تم

نے مجھ سے حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی درخواست اور میں چپ رہا۔ یہ بات تم کو ناگوار گزری، لیکن میرے چپ رہنے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا تھا کہ میں حفصہ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ نہ ہوتا تو میں خود سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے لیے تیار تھا۔ (بخاری، جلد:۲،ص:۵۷۱۔طبقات ابن سعد، جلد:۸،ص:۸۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اس قدر خوش قسمت تھیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے نکاح کرنے کا خود اظہار فرمایا، جس سے صاف عیاں ہے کہ دونوں خاندانوں میں کوئی رنجش یا عداوت نہ تھی۔ جیسا کہ دشمنانِ صحابہ بیان کرتے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد یا سُسر ہونا کوئی معمولی اعزاز نہیں ہے۔ یہ اعزاز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ حدیث میں ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ’’ہر نسب اور سبب قیامت کے روز منقطع ہو جائے گا۔ سوائے میرے نسب اور انتساب کے۔‘‘

(مستدرک حاکم، جلد:۳،ص:۱۴۲۔شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، باب: تزویج عمر باُم کلثوم بنت علی)

شیعہ حضرات نے بھی اس حدیث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے چنانچہ لکھا ہے:

’’مرویہ شیعہ وسنی است کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود

من زوّجنی و تزوّج منّی من الامّۃ احد لا یدخل النار لانّی سئلتُ اللّٰہ عنہ ووعدنی بذالک.‘‘

شیعہ اور سنی روایات میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھ سے اپنی بیٹی کی شادی کی یا میں نے اپنی بیٹی کی اُس سے شادی کی وہ کبھی دوزخ میں نہ جائے گا۔ کیونکہ میں نے اس بارہ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا اور اس نے اس بارہ میں مجھ سے وعدہ فرمایا لیا ہے۔ (تفسیر لوامع التنزیل، جلد:۲،ص:۴۷۶، جز وثانی، لاہور)

رشتۂ دوم:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خاندانِ علوی سے دوسرا بڑا رشتہ یہ تھا کہ سیّدہ اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ جو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں، ان کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ اس سیدہ اِم کلثوم سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد بھی ہوئی۔ یہ نکاح ذوالقعدہ ۱۷ھ میں ہوا۔ مہر چالیس ہزار درہم مقرر ہوا۔ سیدہ اُمّ کلثوم سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی رقیہ پیدا ہوئیں۔ بعض مؤرّخین نے ایک اور لڑکی فاطمہ نامی کا بھی ذکر کیا ہے لیکن یہ مختلف

فیہ مسئلہ ہے۔ سیدنا زید بن عمر رضی اللہ عنہ جب جوان ہوئے تو ایک مرتبہ ان کے قبیلہ بنی عدی کے کچھ لوگوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ رات کا وقت تھا، جواں سال زید بن عمران کے درمیان مصالحت کی خاطر عین لڑائی کے وقت پہنچے۔ رات کی تاریکی میں ایک شخص کے ہاتھوں سر میں زخم آ گیا۔ چند روز صاحبِ فراش رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

انہی ایّام میں جب سیدنا زید بن عمر زخمی ہو کر صاحبِ فراش تھے۔ اتفاقاً ان کی والدہ ماجدہ سیدہ اُمِ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ بھی بیمار ہو گئیں۔ کچھ روز بیمار رہنے کے بعد دونوں ماں بیٹا ایک ہی وقت میں انتقال کر گئے۔ اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ پہلے کس کا انتقال ہوا۔ دونوں کے جنازے بیک وقت اُٹھائے گئے۔ ایک روایت کے مطابق نماز جنازہ سعید بن العاص امیرِ مدینہ نے پڑھائی اور دوسری روایت کے مطابق سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے امامت کے فرائض سرانجام دیے۔ لیکن ہمارے خیال میں پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ اسلامی اصول کے مطابق نمازِ جنازہ کی امامت کا سب سے زیادہ حق دار خلیفۂ وقت یا اُس کا نائب ہوتا ہے۔ (فروع کافی، جلد: ا،ص: ۹۳، باب: اولی الناس بالصلوٰۃ علی المیّت)

نماز جنازہ میں سیّدنا حسن اور سیّدنا حسین رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ کیونکہ یہ واقعہ سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں پیش آیا۔ لیکن ستیاناس ہو تعصب اور ہٹ دھرمی کا کہ یہ دل سے خلوص، عقل سے فہم، زبان سے اعترافِ حق اور قلم سے اظہارِ صداقت کی جراءت سلب کر لیتی ہے۔ لہٰذا اتنی موٹی بات کا بھی انکار کیا گیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں کیڑے نکالنے شروع کر دیے، حالانکہ ان کی ساری زندگی شبنم کی طرح پاکیزہ، پھول کی طرح شگفتہ اور آفتاب کی طرح بے داغ ہے۔ فاروقی اور علوی خاندانوں کا یہ رشتہ جس قدر اہم ہے۔ اسی قدر اکثر لوگ اس سے ناواقف اور ناآشنا ہیں۔ چنانچہ معز الدولہ دیلمی اور اس کا خاندان رفض وتشیعیت میں خاص غلو رکھتا تھا۔ ماتمِ حسین کی ابتداء بنیاد اُسی نے ڈالی تھی لیکن بعد میں جب سیدہ اُمِ کلثوم کا سیدنا فاروق اعظم کے حبالہ عقد میں آنے کا حال اُسے دلائل سے معلوم ہو گیا تو وہ حیرت زدہ ہو کر کہنے لگا:

مَا سَمِعْتُ ھذا قَطُّ.

میں نے تو یہ کبھی نہیں سنا۔

اسی رشتہ کی حقیقت معلوم ہونے سے وہ شیعیت تائب ہو گیا۔ (البدایہ والنہایہ، جلد: ١١، ص: ٢٦٢)

یہی حال موجودہ زمانے کے اہلِ تشیع کا ہے کہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں زمین وآسمان ایک کر دیں گے لیکن جب ان حضرات کو یہ بتایا جائے کہ بھئی اگر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے جیسا تم کہتے ہو تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اتنا جہاندیدہ اور اور عالم وفاضل، بہادر اور شجاع بلکہ شیرِ خدا ہوتے ہوئے ایسے شخص کو اپنی لڑکی

کیوں بیاہ دی؟ یہ بات سنتے ہی اُن کے منہ سے جھاگ بہنی شروع ہوجاتی ہے۔ پھر وہ کہیں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر ظلم واستبداد کا الزام لگاتے ہیں، تو کہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر بُزدلی اور بے غیرتی کا۔ حالانکہ یہ نکاح صاف بتاتا ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دامادی کی ان شرائط پر پورے اترتے تھے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ذہن میں تھیں۔ تبھی تو تو انہوں نے اپنی صاحبزادی ان کے حبالۂ عقد میں دی۔ چنانچہ قاضی نوراللہ شوستری نے اس نکاح کی یہ وجہ بتائی ہے کہ سیدنا فاوق اعظم رضی اللہ عنہ مومن کامل تھے۔ اس وجہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنا داماد بنایا۔ لکھا ہے کہ:

''دیگر پُرسید کہ چرا آنحضرت دختر خودرا بعمر بن خطاب داد، گفت بواسطہ آں کہ اظہار شہادتین می نمود۔ بزبان و اقرار بفضل حضرت امیری کرد۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے با اعتماد شیعوں میں سے علی بن اسماعیل سے پوچھا گیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کیوں کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ وہ اللہ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتے تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضل وکمال کا بھی اقرار کرتے تھے۔''

(مجالس المؤمنین، جلد:۱، ص:۴۵۱، تہران۔ مناقب ابن شہر آشوب، ص:۲۷۵)

سیدہ اُمّ کلثوم کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح اتنا واضح اور مبرہن ہے کہ سنی اور شیعہ دونوں علما نے قریباً اپنی ہر کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ چند حوالہ جات ہم یہاں نقل کررہے ہیں تاکہ قارئین کی تسلی خاطر ہو۔ اور پتہ چلے کہ ان حضرات کا آپس میں کس قدر پیار تھا جن کی عداوت اور دشمنی کی مرثیہ خوانی آج کی جاتی ہے۔

اہلِ سُنّت کی کتابوں سے نکاح کا ثبوت:

۱۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے بخاری کا حوالہ نقل کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اہلِ سُنّت کے ہاں اس کا مرتبہ سب سے اُونچا ہے۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ:

قال ثعلبة ابن ابی مالک ان عمر بن الخطاب قسم مروطاً بین نسآء من نسآء المدینة فبقی مرط جیّد فقال له بعض ما عنده یا امیر المؤمنین! اعط هذا بنت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الّتی عندک یریدون اُمّ کلثوم بنت علی فقال اُمّ سلیط احقّ و اُمّ سلیط من نسآء الانصار ممن بایع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم...... الخ (بخاری، جلد:۱، ص:۴۰۳)

''ثعلبہ بن ابی مالک فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم کیں۔ تقسیم کے بعد ایک چادر بچ گئی۔ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے بعض نے کہا،

اے امیر المؤمنین! یہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کے حبالۂ عقد میں ہے اُس کو دے دیں، اس سے اُن کی مراد اُمِ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ تھیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اُمّ سلیط رضی اللہ عنہا اس کی زیادہ حق دار ہے۔ اور اُمّ سلیط انصار کی اُن عورتوں میں سے تھی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے بیعت کی ہوئی تھی۔''

۲۔ امام حاکم نے المستدرک میں نقل کیا ہے کہ:

''سیدنا جعفر صادقؒ اپنے باپ محمد الباقرؒ سے اور وہ سیدنا زین العابدینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن الخطاب نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اُمّ کلثوم کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جواب دیا کہ میں نے اس کا رشتہ اپنے بھائی کے بیٹے سیدنا عبداللہ بن جعفر طیّار سے کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ مجھ سے اس کا نکاح کر دیں، بخدا! میں اس کی ایسی نگہداشت کروں گا کہ کوئی دوسرا اس کی اُس طرح نگہداشت نہ کر سکے گا۔

فانکحه علی. پس سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اُس کا نکاح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مہاجرین میں تشریف لائے اور اُنہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ مجھے مبارک باد دو، انہوں نے کہا امیر المؤمنین! کس بات کی مبارک باد؟ آپ نے فرمایا اُم کلثوم بنتِ علی رضی اللہ عنہ جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے ہے، سے نکاح کی خوشی میں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

كل نسب و سبب ينقطع يوم القيامة الا ما كان من سببي و نسبي فاحببتُ ان يكون بيني و بين رسول الله صلّى الله عليه وسلم نسب و سبب. (مستدرک حاکم، جلد:۳، ص:۱۴۲)

ہر نسب اور تعلق قیامت کے روز منقطع ہو جائے گا۔ سوائے میرے نسب اور تعلق کے۔ لہٰذا میں نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے درمیان نسبی تعلق قائم ہو جائے۔

۳۔ ابن قتیبہ الدینوری نے اپنی مشہور کتاب المعارف میں اس نکاح کو کئی مقامات پر ذکر کیا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ذکر میں لکھا:

و امّا كلثوم الكبرىٰ وهى بنت فاطمة فكانت عند عمر بن الخطاب ولدت له ولداً قد ذكرناهم.

اور اُم کلثوم الکبری جو کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس میں سے اولاد بھی ہوئی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ (المعارف، ص:۹۲، کراچی)

اسی طرح ابن قتیبہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد کے سلسلہ میں بھی سیدہ اُم کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ان سے اولاد بھی ہوئی۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ لڑکے کا نام زید بن عمر تھا اور لڑکی کا نام فاطمہ، بعض نے اس کا نام رقیہ بتایا ہے۔ (المعارف، ص: ۷۹،۸۰)

۴۔ علامہ ابن حزم الاندلسیؒ نے بھی اپنی کتاب میں اس نکاح کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

و تزوّج امّ کلثوم بنت علی المرتضٰی بنت بنتِ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم عمر بن الخطاب فولدت لہ زیداً لم یعقب و رقیّۃ ثم خلف علیھا بعد عمر رضی اللّٰہ عنہ عون بن جعفر ابی طالب ثم خلف علیھا بعدہ محمد بن جعفر بن ابی طالب ثم خلف علیھا بعدہ عبداللّٰہ بن جعفر بن ابی طالب بعد طلاقہٖ لاختھا زینب.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی سیدہ اُمّ کلثوم بنتِ علی رضی اللہ عنہ سے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا اور اس سے ایک لڑکا جو زید جو لاولد تھا پیدا ہوا، اور ایک لڑکی رقیہ پیدا ہوئی۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد سیدہ اُم کلثوم کا نکاح (اپنے تایا زاد بھائی) عون بن جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے ہوا، پھر محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے ہوا، پھر عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے ہوا۔ جب عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کی بہن زینب بنتِ علی رضی اللہ عنہ کو طلاق دی۔ (جمہرۃ الانساب، ص: ۳۷)

۵۔ علامہ ابوجعفر محمد بن حبیب بن اُمیّہ بن عمر والہاشمی نے اپنی مشہور کتاب ''المحبّر'' میں اس نکاح کے بارہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دامادوں کی فہرست بیان کرتے ہوئے یوں لکھا ہے:

و عمر بن الخطاب رحم اللّٰہ کانت عندہ اُمِّ کلثوم بنت علی ثمّ خلف علیھا عون ثم محمد ثم عبداللّٰہ بنو جعفر بن ابی طالب.

اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں اُم کلثوم بنتِ علی رضی اللہ عنہ تھیں۔ پھر اُن کے انتقال کے بعد وہ عون بن جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے نکاح میں آئیں۔ پھر محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے نکاح میں اور اُس کے بعد عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے نکاح میں آئیں۔ (کتاب المحبّر ص، ۵۶۔ لاہور)

۶۔ علم الانساب کی ایک مشہور کتاب ''نسبِ قریش'' میں بھی اس نکاح کا ذکر کیا گیا ہے۔ لکھا ہے:

و اُمّ کلثوم الکبری ولدت لعمر بن الخطاب و امّھم فاطمۃ بنت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم.

اور اُم کلثوم کے بطن سے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد ہوئی اور ان کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔ (نسب قریش لابی عبداللہ المصعب بن عبداللہ الزبیری، ص:۴۱، مصر)

۷۔　ابن جریر طبری اسلامی تاریخ میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی مشہور عالم کتاب ''تاریخ الامم والملوک'' میں اس نکاح کے بارہ میں لکھا ہے کہ:

تزوّج عمر بن الخطاب اُمّ کلثوم ابنة علی ابن ابی طالب و ھی ابنة فاطمة بنت رسول اللّٰہ علیہ وسلّم و دخل بھا فی ذی القعدہ.

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا اُمّ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے جو کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ اور ذی قعدہ میں یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں آئیں۔ (طبری، جلد:۳، ص:۱۶۸، ۲۳۹، ۲۴۰)

طبری ہی میں ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ:

و تزوّج اُمّ کلشوم بنت علی بن ابی طالب و امّھا بنت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم و اصدقھا فیما قیل اربعین الفاً فولدت لہ زیداً و رقیّة.

اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سیدہ اُمّ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا جو فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ۴۰ ہزار درہم مہر مقرر فرمایا۔ اور سیدہ اُمِ کلثوم سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی رقیہ پیدا ہوئیں۔ (طبری، جلد:۳، ص:۳۷)

۸۔　علّامہ ابن کثیر نے بھی اس نکاح کے بارہ میں لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

و فیھا تزوّج عمر بن الخطاب بامّ کلثوم بنت علی بن ابی طالب من فاطمة بنت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم و دخل بھا فی ذی القعدہ.

اور ۱۷ھ میں سیدنا عمر بن الخطاب نے سیدہ اُمّ کلثوم بنتِ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے نکاح کیا جو کہ فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے تھیں۔ اور یہ نکاح ذی قعدہ میں منعقد ہوا۔ (البدایہ والنہایہ، ج:۷، ص:۸۱، مصر)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے علّامہ ابنِ کثیر نے لکھا ہے:

و اُمّ کلثوم و ھذہٖ تزوّج بھا عمر بن الخطاب کما تقدم.

اور (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اولاد میں سے زینب کے علاوہ) اُمِ کلثوم تھیں اور اُسی

سے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا تھا۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ (البدایہ والنہایہ، جلد: ۷، ص: ۳۳۲)

۹۔ اس نکاح کے بارہ میں علاّ مہ ابن اثیر نے بھی یہی کچھ لکھا ہے:

ثم تزوّج اُمّ کلثوم بنت علی بن ابی طالب و امّھا فاطمة بنت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم و اصدقھا اربعین الفاً فولدت له رقیة و زیداً. (الکامل لابن اثیر، جلد: ۳، ص: ۵۴)

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُمِ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے نکاح کیا۔ اور اُمِ کلثوم کی والدہ کا نام فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ مہر ۴۰ ہزار درہم مقرر ہوا، ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی رقیہ نامی پیدا ہوئی۔

۱۰۔ علاّ مہ ابن جوزی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

و زید الاکبر و رقیة و امّھا اُم کلثوم بنت علی.

اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا زید الاکبر اور ایک بیٹی رقیہ تھی۔ ان دنوں کے والدہ سیدہ اُم کلثوم بنت علی تھی۔ (صفة الصفوة، جلد: ۱، ص: ۲۷۵، مصر)

یہی کچھ علاّ مہ ابن حجر عسقلانی اور ابن عبدالبر نے لکھا ہے۔ ملاحظہ: الاصابہ، جلد: ۴، ص: ۴۹۲۔ الاستیعاب، جلد: ۴، ص: ۴۹۰ برحاشیہ اصابہ۔ (جاری ہے)

قارئین متوجہ ہوں!

’’نقیب ختم نبوت‘‘ کی ترسیل، شکایات اور دیگر معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0300-7345095

سالانہ چندہ ختم ہونے اور مدّتِ خریداری کی اطلاع قارئین کی سہولت کے لیے لفافے پر پتے کے اوپر درج کردی گئی ہے۔ جن قارئین کا زرتعاون اپریل ۲۰۱۳ء میں ختم ہو چکا ہے انھیں مئی ۲۰۱۳ء کا شمارہ ارسال کیا جارہا ہے۔ براہِ کرم سالانہ زرِتعاون -/200 روپے ارسال فرما کر نئے سال کے لیے تجدید کرالیں۔ یہ رقم بذریعہ منی آرڈر -/200 روپے یا درج ذیل موبائل نمبر **0300-6326621** پر -/250 روپے ایزی لوڈ کے ذریعے بھی بھیجی جاسکتی ہے۔ (سرکولیشن منیجر)

خلیفۃ الرسول ﷺ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ

وہ لمحہ بھی عجیب نازک لمحہ تھا جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا۔ اُمہات المؤمنین، بیٹی، نواسوں، نواسیوں، چچا، چچا زاد بھائی، داماد اور خسر صاحبان کے دکھ کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ یہ سب تو گھر والے تھے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حال بھی برابر کا بُرا تھا۔ یہ بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت ہی تھے۔ اہلِ ایماں کے لیے اس سے بڑا صدمہ کوئی اور نہیں ہوسکتا تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے ہمیشہ کے لیے محروم ہورہے تھے۔ اسی لیے انتہائی سوگواری میں بھی ہر ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کر رہا تھا۔ قضائے الٰہی پر بندے کی کیا مجال، کہ کچھ کہے۔ اللہ تعالیٰ نے غم واندوہ کے اظہار کے لیے حدود مقرر کردیے ہیں اُن سے بڑھ کر واویلا مچانے کا حکم نہیں۔ اِسی لیے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم ضبط کیے بیٹھے تھے۔ نوحہ خوانی اور بین کسی نے نہیں کیا کہ یہ حرام ہے۔

سب سے بڑی ذمہ داری اُس وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر تھی۔ سبھی مؤرخین اور محدثین لکھتے ہیں کہ اُنہی کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کہاں کھدے گی، کون قبر کھودے گا، غسل کون دے گا، کس طرح دے گا۔ تجہیز وتکفین کون کرے گا پھر نمازِ جنازہ کس طرح پڑھی جائے گی؟ ایک ایک حکم اللہ کے رسول نے دے دیا تھا۔ یہ باتیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائیں تھیں تو سبھی گھر والوں نے سنی تھیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حکمِ نبوی کے مطابق ہر ایک کے سپرد اس کا کام کرچکے تو سقیفۂ بنی ساعدہ کی گفتگو میں شریک ہونے کے لیے چلے۔ وہاں یہ مسئلہ زیرِ بحث تھا کہ اب مسلمانوں کا امیر کون ہوگا؟

اس زمانے ہی میں نہیں آج بھی یہ صورت ہے کہ جب کسی مملکت کا سربراہ مرجاتا ہے تو فوراً دوسرے کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں بھی یہی ہوتا ہے، ایران وچین میں بھی یہی ہوتا ہے روس اور امریکہ میں بھی یہی ہوتا ہے۔ سقیفۂ بنی ساعدہ مکے کے دارالندوہ کی طرح مدینۃ النبی میں مل بیٹھنے کی ایک جگہ تھی۔ اسے ٹاؤن ہال کہہ لیجیے یا چوپال، کمیونٹی

سنٹر یا پارلیمنٹ گھر! جو چاہے کہہ لیجیے۔ ہجرتِ نبوی سے پہلے بھی یہ جگہ قومی معاملات و مسائل کے حل کرنے کے لیے مل بیٹھنے کی جگہ تھی اور سب اس سے واقف تھے۔ صحابۂ کرام یہاں جمع ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اطلاع پہنچائی گئی۔ دوسرے ضروری کام انھوں نے نمٹا دیے تھے یہ بھی ضروری کام تھا۔ اسے نمٹانے چلے۔ حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما کو ساتھ لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول کے ارشاد کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر تھے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امین الامّت کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ یہ بزرگانِ ملّت سقیفۂ بنی ساعدہ پہنچے تو گفتگو شروع ہوئی۔

ہر قسم کے جھگڑوں کا سبب دنیا کو اہمیت دینا ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم تو آخرت کو اہمیت دینے والے تھے۔ جھگڑے کی باتیں منافقین، فاسقین اور فاجرین کرتے ہیں۔ مستند اور بالکل ابتدائی ماخذوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں امیر کے لیے ایک معیار مقرر کیا گیا پھر اس کا انتخاب ہوا۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو نام تجویز کیے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا۔ فرمایا کہ:

''یہ معیار پر پورے اترتے ہیں اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ آخر وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِن سے خوش رہے۔''

جمع الفوائد کی دوسری جلد میں امام نسائی کے حوالے سے محمد بن محمد بن سلیمان نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت دی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پھر تم میں سے کون پسند کرے گا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھے؟ ہم اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں۔''

سبھی نے اس خیال کو پسند کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر منتخب ہوگئے۔

کنز العمال میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب یہ حکم دیا میں اس وقت وہاں موجود تھا وہاں نہ تھا ایسا نہیں نہ میں بیمار تھا۔ ہم اپنی دنیا کے لیے اُس شخص پر راضی ہیں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے لیے راضی ہوگئے تھے۔''

سقیفۂ بنی ساعدہ کی بیعت کے بعد مدینۃ النبی میں رہنے والے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ آس

پاس سے جو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس موقع پر مدینہ پہنچ گئے تھے ان سب نے یہ اطلاع سنی اور کسی طرف سے کوئی اختلافی آواز نہ اُٹھی۔ اس کے باوجود سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسجدِ نبوی میں اعلانِ عام کے لیے خطبہ دینا ضروری سمجھا۔ اس وقت مسجدِ نبوی کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ انہوں نے سقیفۂ بنی ساعدہ کی رپورٹ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

''اگرچہ کہ میری بیعت ہو چکی ہے لیکن سچ یہ ہے کہ میں اس گراں بار ذمہ داری کا اہل نہیں اس لیے میری معذرت قبول کیجیے اور کسی اور کو اس جگہ کے لیے منتخب کر لیجیے۔'' یہ کہہ کر وہ منبر سے اتر گئے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اُنہیں پکڑ کر پھر سے منبر پر لا کھڑا کیا۔ ہر طرف سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ ہم سب آپ کی ذات پر متفق ہیں، آپ ہی ہمارے امام ہیں۔ یہ کہتے ہوئے لوگوں نے پھر سے اُن کے ہاتھ پر بیعت شروع کی۔

طبری نے لکھا ہے کہ:

اس موقع پر سب سے پہلے بیعت کرنے والے سیدنا علی مرتضٰی تھے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں قرآن نے کہا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ......

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی تو رزمِ حق و باطل میں فولاد اور حلقۂ یاراں میں بریشم کی طرح نرم تھے یعنی ایک ہی رنگ تھا جس میں میر اور سپاہ رنگے ہوئے تھے۔

اسی لیے اُنہیں یہ سند ملی کہ:

رضی اللّٰہ عنهم و رضوا عنه

یعنی اللہ ان سے خوش اور وہ مالک الملک سے ہر طرح راضی

جنہوں نے اللہ کے نظم کو نہ توڑا ان پر یہ الزام کہ مسندِ خلافت کے لیے لڑ پڑے؟ یہ جھوٹ کی بدترین مثال ہے۔

ذرا سوچیے کہ مسندِ خلافت پر بیٹھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیا ملا؟ کوئی مالی فائدہ؟ جاگیر؟ منصب؟ اُنہیں نہیں تو اُن کی اولاد کو کوئی عہدہ ملا؟ کوئی جاگیر ملی؟ کوئی وزارت؟ سفارت؟ نہیں! تو پھر تاریخ کو مسخ کرنے والے اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے؟

تُفو بر تو اے چرخِ گرداں تُفو!

جانشین امیرِ شریعت مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مجدّدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

ہدیۂ زہیدہ بحضورِ امامت پناہ، سیادت پائیگاہ، قائدِ انقلابِ اسلامی، مجددِ اعظم
مجاہدِ جلیل، امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

یہ طویل نظم یوم شہداء بالاکوٹ ۲۴؍ ذوالقعدہ ۱۳۶۹ھ مطابق ۸؍ ستمبر ۱۹۵۱ء بروز جمعۃ المبارک ’’مرکزی نادیۃ الادب الاسلامی پاکستان‘‘ ملتان کے اجلاس عام میں جانشین امیر شریعت مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھی۔ اس اجلاس میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ بھی شریک ہوئے اور مکمل سرپرستی فرمائی۔ ایک تاریخی یادگار کے طور پر ہم اسے ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ (مدیر)

عزمِ تجدید تاسیس سے کم نہیں ، تو امامت کی تجسیم بن کر اٹھا
ارضِ مشرق کے تاریک ماحول میں ، نورِ ایقاں کی تقویم بن کر اٹھا
تیری جہدِ نوی دین محکوم کی ، برتری کا نرالا سا پیغام تھی
تیری آواز بھی تشنہ ارواح کو بادۂ حق پژوہی کا اک جام تھی
تیرے کردارِ محکم کی تحریک سے سرد سینوں میں پھر دل دھڑکنے لگے
تیرے عزمِ مصمّم کی تسخیر سے ذرّے خورشید بن کر دمکنے لگے
تیری تبلیغ تھی ورثۂ انبیاء ، تیری تعلیم سنت کی تجدید تھی
تیری تحریک تھی انقلاب آفریں اور قیادت خلافت کی تقلید تھی
تیرے نورِ تقدّس کی تاثیر سے معصیت کا کلیجہ بھی چھلنی ہوا
تیری روحِ تجدُّد کی تسخیر سے جادوئے شرک و بدعت ہوا ہو گیا
تیری جانکاہیوں اور جگر سوزیوں سے ، منور ہوئی شمعِ ایقان پھر
تیری خُوں پاشیوں اشک افشانیوں سے ہوئی بار وَر کشتِ ایمان پھر

تیرے پیغمبرانہ اٹل عزم نے گردشِ دہر کا رخ بدل ہی دیا
تیری للکار کی گونج سے کفر و الحاد و طاغوت کا دل دہلنے لگا
تیرے ہاتھوں سے احیاء وتنفیذِ دیں، دینِ حق کی صداقت کا اعجاز تھا
تیرے ہاتھوں یہ تغییر تاریخ میں ارتقاءِ شریعت کا اک راز تھا
تو فناءِ رضاءِ خدا و نبی ، تیرے پیرو صحابہ کے تھے جانشیں
سب کے حسنِ خلوص و جمالِ عمل سے ہوئی یہ زمیں مثلِ خُلدِ بریں
سونی راہوں پہ تو نے جو رکھا قدم، سوکھے کانٹوں سے گلشن ہَویدا ہوئے
سوختہ وادیوں پہ جو ڈالی نظر خشک صحرا سے کوثر ابلنے لگے

تیری آمد طلوعِ مہِ زندگی ، تیرا جانا قیامت سے کچھ کم نہ تھا
دیں کے غدار کچھ تیرے قاتل بنے ورنہ کچھ بھی تو اس موت کا غم نہ تھا
تو نے جامِ شہادت کیا نوش جب لوگ سمجھے کہ حق بھی فنا ہو گیا
درحقیقت وہ اک عہدِ ایثار تھا لاج تو نے رکھی وہ وفا ہو گیا
پر یہ ناداں تو یہ بھی سمجھ نہ سکے ، حق کے مٹنے کا کوئی زمانہ نہیں
حق چھپے گا سہی ، پر مٹے گا نہیں وہ تو باطل ہے جس کا ٹھکانہ نہیں
جو بھی تھے بے بصر، جو بھی تھے بے خبر، دیکھ لیں، جان لیں، دیں کے اعجاز کو
خُفتہ ارواح پھر آج بیدار ہیں ، سوز سے زندگی مل گئی ساز کو

آج پھر تیری یادِ کہن کے حسیں نقش فریاد بن کے ابھرنے لگے
آج پھر تیرے خاموش نغمات کی لَے پہ سرمست غازی بپھرنے لگے
آج پھر تیری مظلومیوں کی کسک ، جذبۂ انتقام آفریں بن گئی
تیرا پاکیزہ خوں جب ہوا گل فشاں یہ زمیں گلشنِ احمریں بن گئی
تیرے خونِ مطہر کی تعطیر سے آج تک ارضِ سرحد ہے عنبر فشاں
تیرے جسمِ مقدّس کی تنویر سے چرخِ مشہد ہے اب تک ستارہ چکاں

تیرے ذکرِ حسیں کا دیا کر کے روشن تیرے پاس فریاد لایا ہوں میں
دین و قرآنِ مہجور کی بے کسی کی جگر دوز روداد لایا ہوں میں
وہ جو مسجد میں اور خانقاہوں میں ہیں آ کے پھر ان میں روحِ عمل پھونک دے
آ کے گم کردہ راہوں کا بن رہنما، تشنگی کو مٹا جامِ تسکین سے
پھر سے پندارِ باطل ملا خاک میں پھر قیادت کا آ کے علَم چھین لے
پھر قیادت ، امامت کی تجسیم بن پھر خلافت کو شاہی پہ تمکین دے

آج پھر تیرے محکوم و مظلوم ساتھی ، لہو اور پسینے میں آلودہ ہیں
آج پھر ملک و ملت کے غدّار تختِ شہی پر بصد ناز آسودہ ہیں
آج پھر تیرے جاں باز ہیں مبتلا اور چہر قند میں محوِ پیکار ہیں
آج پھر کچھ فدا کار ، حق گوئی پر گولیوں ، سولیوں کے سزاوار ہیں
پھر بھی مایوس ہوں تو گنہگار ہوں، مژدۂ فتحِ حق جب میرے پاس ہے
مجھ کو اس تیرہ و تار ماحول میں اک درخشندہ منزل کا احساس ہے
آج پھر تیرے پیغام کی آتشیں لہر مردہ دلوں کو جلانے لگی
آج پھر تیری تاثیرِ جوشِ عمل زندگی کی حرارت بڑھانے لگی
پھر حیاتِ نوی رقص کرنے لگی پھر عزائم کا طوفاں اُمڈنے لگا
پھر اُجالے کے تیروں سے منہ موڑ کر تہ بہ تہ سب اندھیرا سمٹنے لگا
پھر سے ذروں میں خاور چمکنے لگے، پھر سے قطروں سے دریا چھلکنے لگے
پھر سے کانٹوں میں غنچے چٹکنے لگے ، پھر سے جنگل بیاباں مہکنے لگے
عہدِ ماضی میں کچھ کشت کاروں نے یاں بیج بوئے تو سینچا انھیں خون سے
اب وہ بن کے گلاب و سمن نسترن اُگ رہے ہیں تعامل کے قانون سے
تیرے پیرو جبینوں سے جن کی عیاں انقلاب حجازی کی تنویر ہے
ان کی قسمت میں ہے انقلابِ قیادت، مقدّر میں عالم کی تسخیر ہے
ان کی نظروں کا مقصد کوئی منطقہ یا قبیلہ نہیں نوعِ انسان ہے

ان کی کوشش کا مقصد کوئی دنیوی جاہ و منصب نہیں حق کا رضوان ہے
پھر سے آیاتِ فطرت ، احادیثِ قدسی وہ کوچہ بکوچہ سنانے لگے
وہ ہدایت کی شمعیں جلانے لگے ، معصیت کے جہنم بجھانے لگے
وہ نیا دورِ تعمیر کرنے لگے ، وہ عناصر کی تسخیر کرنے لگے
دورِ حاضر کے خاکوں میں صدیقؓ و فاروقؓ کے عہد کا رنگ بھرنے لگے
ان کا زندہ شعور عہدِ نبوی کی زرپاش کرنوں شعاعوں سے معمور ہے
آج پھر ایشیا کی فضا ان کے نغماتِ پائندہ کی لَے سے مسحور ہے
ان کے جوشِ تہوّر سے برخود غلط قائدینِ غوی کپکپانے لگے
ان کے شورِ بغاوت سے قصرِ ضلالت کے مینار بھی تھرتھرانے لگے
ان کی بے باک پیغمبرانہ مساعی سے ابلیس افرنگ مبہوت ہے
ان کی نصفِ صدی کی مسلسل ریاضت پہ حیران عیار طاغوت ہے
اب تو کمزور و کمتر مولے بھی شاہیں کی قوت سے پنجہ لڑانے لگے
اب تو نادار و مفلس بھی شاہنشہوں، کجکلاہوں کو نیچا دکھانے لگے
جاں سپارانِ حق پھر مصائب کی صبر آزما گھاٹیوں سے گزرنے لگے
عافیت کوشیوں سے گریزاں ہوئے پھول کانٹوں میں پھر سے بکھرنے لگے
پھر سے غازی سروں پہ کفن باندھ کر پے بہ پے سوئے جنگاہ جانے لگے
پھر سے جاں باز ’’بدر‘‘ و’’اُحد‘‘ کی طرح غلبۂ دیں کا سکہ جمانے لگے
وہ سسکتی ، بلکتی ہوئی آدمیت کی آزردگی کا مداوا بنے
وہ ایامیٰ ، یتامیٰ ، مساکین و بیوہ کی بے چارگی کا سہارا بنے
وہ ملوکیت و اشتراکیت و آمریت کے بُت کو گرانے لگے
وہ طلسمِ مظالم مٹانے لگے وہ شہیدوں کا بدلہ چکانے لگے
وہ امانت، دیانت، مروت کے اور عدل واحساں کے گیت گانے لگے
وہ اخوت ، مودّت کے روشن الاؤ بہ ہر سنگِ منزل جلانے لگے
پھر سے جاوا ، چمرقند و لاہور کی ریف و خرطوم سے سرحدیں مل گئیں
مردِ مومن کی یلغار سے اقتدارِ ضلالت کی ساری جڑیں ہل گئیں

مردِ مومن کا عزمِ جواں پھر مدینہ سے دنیا کا رشتہ ملانے لگا
معجزہ فتحِ حق کا دکھانے لگا ، مژدہ تجدیدِ دیں کا سنانے لگا

آج پھر دینِ محکوم کے روئے تاباں سے گردِ غلامی اترنے لگی
آج پھر مہرِ حریت و ماہِ امن و مساوات کی ضو بکھرنے لگی
آج پھر فسقِ عیار ہے مبتلا اپنی تدبیرِ باطل کے انجام میں
آج پھر کفرِ جابر نگوں سار ہے اس کی عیشیں بھی بدلیں گی آلام میں
غم نہ کر روحِ دینِ حنیفِ نبی،مردِ مومن کی آمد پہ مسرور ہو
جس کی تعظیم میں کفر کا سر ہو خم، جس کی طاعت پہ طاغوت مجبور ہو
مرحبا!ارضِ پاک اب نئے مردِ مومن کی آمد مبارک مبارک تجھے
فاتحِ عہدِ ظلمت ہی کیا ، وارثِ عظمتِ آدمیت کہیں گے جسے
لاجَرم مظہرِ نورِ فطرت ہے وہ پاسدارِ رموزِ حقیقت ہے وہ
لاجَرم حاملِ شرفِ تجدید ہے لاجَرم پاسبانِ شریعت ہے وہ
وہ جو پابند ہو کر بھی آزاد ہیں آج اپنے مقدر کے مِعمار ہیں
تیری مانند طاغوت کے ہاتھ سے عظمتِ حق جھپٹنے کو تیار ہیں
ارضِ پاک اب فقط ہے تیری منتظر روحِ عشاق تجھ بن پریشان ہے
اب ہیں غدار دَورِ مکافات میں دشمنِ دین و قرآں پشیمان ہے
سیدِ ذی حشَم جب میں بارِ دگر تیرے تذکار کی بزم گرماؤں گا
آنسوؤں کا بدل گل فشاں مسکراہٹ کھنکتے ہوئے قہقہے لاؤں گا

☆☆☆

اسلام براستہ جمہوریت

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

کیا پاکستان میں جمہوری نظام کے تحت اسلام کا نفاذ ممکن ہے؟

اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے سب سے پہلے ''جمہوریت'' اور ''طریق انتخاب'' سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔

''جمہوریت'' محض ایک لفظ نہیں بلکہ باقاعدہ ایک نظام اور نظریہ ہے جو معمولی اور جزوی فرق کے ساتھ پاکستان سمیت دنیا کے بیشتر ممالک میں رائج ہے۔ دراصل موجودہ تصور جمہوریت اٹھارہویں صدی کی یورپی فکر کی پیداوار ہے۔

''جمہوریت'' انگریزی لفظ ''ڈیموکریسی'' (Democracy) کا اردو ترجمہ ہے جو یونانی زبان کے دو لفظوں ''ڈیمو'' (یعنی عوام) اور ''کریٹ'' (یعنی حکومت یا قانون یا قانون سازی) سے مرکب ہے، جس کا مطلب ہے: عوامی حکومت یا عوامی قانون سازی۔

''جمہوریت'' کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں لیکن امریکی صدر ابراہام لنکن (م1865ء) کی حسب ذیل تعریف کو سب سے زیادہ جامع قرار دیا گیا ہے:

Government of the people, by the people, for the people.

یعنی عوام کی حاکمیت، عوام کے ذریعے، عوام پر۔

اس کا عربی میں ترجمہ "حکم النّاس ، علی النّاس ، للنّاس" ہے۔

اس تعریف کی رو سے بھی جمہوریت سراسر ایک نیا کفری دین ہے جس میں قانون ساز ''جمہوری رب'' اور اس کے پیروکاران قانون سازوں کے پجاری ہیں۔ اس نظام میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو ترک کر کے عوام کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔

صد افسوس! پاکستان کی تمام دینی سیاسی جماعتوں (جمعیت علماء اسلام ف، س، ق، ن یعنی نظریاتی، جمعیت علماء پاکستان، جمعیت اہل حدیث، جماعت اسلامی) نے اپنے قول و فعل سے اس کے ''اسلامی'' ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے لیکن حق اور سچ یہی ہے کہ ''جمہوریت'' کسی طور پر بھی ''اسلامی'' نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ دین اسلام کے مقابل و متوازی کافرانہ، مشرکانہ، خود فریبی اور فریب دہی پر مبنی ایک باطل نظام ہے۔ اس کی اسلامی حیثیت سے قطع نظر اگر اس کی مذکورہ

بالا انگریزی تعریف میں ’’تلفظ‘‘ برقرار رکھتے ہوئے صرف ’’ہجوں‘‘ میں معمولی تبدیلی کردی جائے تو اس کی اصل حقیقت بھی خود بخود واضح ہو جاتی ہے:

Government off the people, buy the people, far the people.

یعنی عوام کو کچلنے والی، عوام کو خریدنے والی اور عوام سے دور حکومت

علامہ محمد اقبال ایک مغربی فلسفی کے حوالے سے اپنے الفاظ میں جمہوریت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس راز کو ایک مرد فرنگی نے کیا فاش
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

یعنی اس بھید کو ایک یورپی فلسفی نے کھول کر بیان کر دیا ہے اگرچہ یورپی ہونے کے اعتبار سے اسے یہ راز فاش نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ یہ مغربی طرز کا جمہوری نظام ان مغربیوں ہی نے ساری دنیا کو دیا ہے۔ اور وہ راز جو کھولا گیا ہے یہ ہے کہ جمہوریت ایک ایسی طرز حکومت کا نام ہے جس میں ووٹرز اور منتخب شدہ ارکان کو گنا جاتا ہے (چاہے اوصاف کے لحاظ سے وہ شیطان اور درندہ صفت ہی کیوں نہ ہوں) ان کی اصل سیرت و کردار اور عقیدے و نظریے کو نہیں دیکھا جاتا۔

علامہ موصوف نے ایک دوسرے مقام پر اس بات کو مزید کھول کر بیان فرمایا ہے:

گریز از طرز جمہوری غلامِ پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکرِ انسانے نمے آید

یعنی جمہوری طرز حکومت سے بھاگو اور کسی تجربہ کار کے غلام بن جاؤ۔ کیونکہ دو سو گدھوں کے دماغ سے بھی ایک انسان کی سوچ حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔

زمن دہ اہل مغرب را پیامے
کہ جمہور است تیغ بے نیامے
چہ شمشیرے کہ جانہا مے ستاند
تمیز مسلم و کافر نہ داند

یعنی اہل مغرب کو میری طرف سے یہ پیغام دو کہ جمہوریت ایک بے نیام تلوار ہے۔ ایسی عجیب تلوار ہے جو انسانی جانوں کو لیتی ہے اور کافر و مسلم کا کوئی فرق نہیں جانتی۔

علامہ موصوف ’’لادین سیاست‘‘ کے متعلق فرماتے ہیں:

جو بات حق ہو وہ مجھ سے چھپی نہیں رہتی
خدا نے مجھ کو دیا ہے دلِ خبیر و بصیر

مری نگاہ میں ہے یہ سیاستِ لا دین
کنیز اہرمن و دوں نہاد و مردہ ضمیر

مطلب یہ ہے کہ میری نگاہ میں وہ بے دین سیاست جو اہل مغرب نے ہمیں سکھائی ہے، شیطان کی لونڈی ہے، کمینہ خصلت ہے اور اس کا دل مر چکا ہے۔ (ضرب کلیم)

شاید علامہ اقبال کے افکار کی ترجمانی کرتے ہوئے ہی کسی شاعر نے یہ کہا تھا کہ

اذا کان الغراب دلیل قوم　　سیھدیھم الٰی طریق الھالکین

یعنی جب قوم کا رہنما کوا ہو تو وہ قوم کی مُرداروں کی طرف ہی رہنمائی کرے گا۔

اسی طرح ''جمہوریت'' کی زیرِ قیادت اسلام کا پاک نظام تو حاصل نہیں ہو گا البتہ ''بانیانِ جمہوریت'' کے ''مُردہ'' اور متعفن ڈھیر تک رسائی ضرور ہو جائے گی۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جیسے جیسے کسی معاشرے میں جمہوریت جڑ پکڑتی ہے ویسے ویسے وہاں اخلاقِ رذیلہ فروغ پاتے ہیں، لوگ اپنے نفس کو ''الٰہ'' بنا لیتے ہیں، دینی غیرت وحمیت اور اسلامی عصبیت معدوم ہو جاتی ہے اور لوگ سرمایہ کے غلام بن جاتے ہیں۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جمہوری ریاست کا شہری عموماً لذات پرست اور خدا فراموش ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام شروع شروع میں ''جمہوریت'' کو مجموعی طور پر اسلام کے خلاف اور اس کے سیاسی نظریے کی ضد قرار دیتے تھے لیکن رفتہ رفتہ بالخصوص تحریک آزادی اور تحریک خلافت میں ناکامی کے بعد مجبوراً انہوں نے جمہوری نظام کے ساتھ مفاہمت ومصالحت ہی نہیں کی بلکہ اسے ''اسلامی جمہوریت'' قرار دیتے ہوئے باقاعدہ ''مشرف بہ اسلام'' بھی کر لیا۔ اس طرح وہ لادین طبقہ بھی حق بجانب قرار پا گیا جو ''سوشلزم'' کے ساتھ اسلام کی پیوندکاری کرتا تھا کیونکہ اگر جمہوریت ''اسلامی'' ہو سکتی ہے تو پھر اسی دلیل سے سوشلزم اور کمیونزم بھی ''اسلامی'' ہو سکتے ہیں۔

بدقسمتی سے دیگر باطل نظریات کی طرح ''جمہوریت'' کو بھی غلط ''قبولیت عامہ'' حاصل ہو گئی ہے جس کے آگے تمام دینی سیاسی جماعتوں اور تمام دیوبندی، مودودی، سلفی اور بریلوی علماء (الاّ ماشاء اللہ) نے بھی سپر ڈال دی ہے۔ حالانکہ جمہوریت دورِ جدید کا ''وُد، سواع، یغوث، یعوق، نسر، اساف، نائلہ، لات، منات، عزیٰ اور ھبل سے بھی بڑا بت اور صنم ہے جس کی پرستش اوّل اوّل دانایانِ مغرب نے شروع کی پھر اسے مثالی طرزِ حکومت قرار دے کر اس کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ پوری دنیا میں اس کا غلغلہ بلند ہو گیا، یہاں تک کہ خالص مذہبی طبقے نے بھی ''تقلیدِ مغرب'' میں جمہوریت کی مالا جپنا شروع کر دی۔ اس طبقے نے کبھی یہ نعرہ بلند کیا کہ اسلام جمہوریت کا علمبردار ہے اور کبھی ''اسلامی جمہوریت'' کی اصطلاح وضع کی۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت کا نہ صرف یہ کہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اسلام کے سیاسی نظریے کی ضد بھی ہے اس لیے جمہوریت کے ساتھ ''اسلامی'' کی پیوندکاری کرنا یا جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کرنا صریحاً غلط ہے۔ علاوہ ازیں جمہوریت کے ساتھ ''اسلامی'' کی پیوندکاری کرنے والا طبقہ اسلام کے مکمل ضابطۂ حیات ہونے کے تصور کا بھی منکر ہے۔

مزید برآں جمہوریت کا ایک بنیادی جز''آزادانتخاب'' کا اصول ہے جس میں ''بالغ رائے دہندگی'' کی بنیاد پر اراکین پارلیمنٹ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔جمہوریت کی اس بنیادی شق کا مطلب یہ ہے کہ قوم کا ہر وہ فرد مرد ہو یا عورت جو بالغ ہے وہ قانون سازی کے لیے اپنا ووٹ استعمال کر سکتا ہے اور ایک کافر، جاہل، خائن، بددیانت، کذاب، زانی، شرابی، چور، لٹیرا، ڈاکو، قاتل، مجرم، قیدی، چرسی، ہیروئنچی، مقتدی، امام، عالم، صالح، پیر، مرید، سجادہ نشین، زاہد، متقی، شیخ الحدیث، شیخ الاسلام، مفتی اعظم، انجینئر، ڈاکٹر، جج، چیف جسٹس، آف سپریم کورٹ، وزیر اعظم اور صدر کا ووٹ برابر ہے۔

''اہل حل وعقد'' کا اسلامی اصول تو اس پہلے مرحلے میں ہی دفن ہو گیا۔سخت حیرت ہے کہ اس باطل اور بدبودار نظام کے ذریعے دینی جماعتیں عوام کو اسلام کے نفاذ کا سبز باغ دکھا کر شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام کے مقدس اور پاکیزہ نظام کی توہین کا ارتکاب کر رہی ہیں۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوْا. (الاحقاف۔19)

اور ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجے ملیں گے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ طاِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْبَابِ o (الزمر۔9)

آپ ﷺ فرما دیجیے: کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔سوائے اس کے نہیں عقل مند ہی نصیحت پکڑتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل علم اور بے علم حضرات کو برابر قرار دینے والوں کو ''استفہام انکاری'' لا کر گویا ڈانٹ پلا دی اور آخر میں بتا دیا کہ اہل عقل ہی اس اصول کا پاس رکھیں گے۔

ایک دوسرے مقام پر تو اللہ تعالیٰ نے ایک واضح اور صریح حکم دیا کہ:

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ o (الجاثیہ۔18) یعنی نہ جاننے والوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔

کیونکہ اس کا فیصلہ تو خواہشاتِ نفس کی بناء پر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جاہل کی خواہشات میں جہالت ہی کی نمائندگی پائی جائے گی۔

''**قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ**....... '' (المائدہ۔100)

آپ ﷺ فرما دیجیے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ o (السجدہ۔18)

کیا وہ جو مومن ہو مثل اس کے ہے جو فاسق ہو۔یہ برابر نہیں ہو سکتے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ o وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ o وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ o وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ o (فاطر۔19-22)

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں اور نہ تاریکی اور روشنی اور نہ چھاؤں اور دھوپ اور نہ زندے اور مردے برابر ہو سکتے ہیں۔

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ o مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ o (القلم۔35-36)

کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہو گیا: کیسے فیصلے کر رہے ہو؟

وَ لَا تَسۡتَوِی الۡحَسَنَۃُ وَ لَا السَّیِّئَۃُ. (حٰم السجدہ۔43) اچھائی اور برائی برابر نہیں۔

امیدوار کی اہلیت کو جانچنے کے لیے تو پھر جنرل ضیاء الحق نے 1973ء کے آئین میں دفعہ باسٹھ اور تریسٹھ شامل کر دی تھی (جس پر انتہائی مضحکہ خیز انداز سے عمل درآمد کرایا جاتا رہا کیونکہ ان دفعات کے باوجود فساق وفجار، بددیانت اور بدکردار افراد ہی کثیر تعداد میں پارلیمنٹ کے ایوانوں میں پہنچتے رہے) لیکن ''ووٹر'' کے لیے تو آئین میں کسی دفعہ وشق کو شامل کرنے کی سرے سے کوئی ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی۔ حالانکہ ''ووٹرز'' میں ''جہالت، فسق وفجور، بددیانتی، بدکرداری، مسلکی، لسانی، جماعتی، گروہی اور علاقائی تعصّبات کے علاوہ خوف اور چمک'' کی بھی کارفرمائی پائی جاتی ہے۔ لیکن حیرت تو اس پر ہے کہ دینی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے افراد اور اراکین اسمبلی میں یہ تعصّبات بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ کیا دینی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے اراکین نے صدارتی انتخاب میں سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ چیف جسٹس فضل عظیم صدیقی جیسے اہل امیدوار کے مقابلے میں محض اپنے ذاتی اور دنیوی مفادات کی خاطر ایک رافضی، کرپٹ، بددیانت اور بدکردار آصف علی زرداری کے حق میں ''ووٹ'' دے کر اسے کامیاب نہیں کرایا؟

''ووٹرز'' کو تو ''علمائے حق'' کی طرف سے ہمیشہ اس بات کی تلقین کی جاتی ہے کہ ''ووٹ ایک شہادت ہے، سچی گواہی چھپانا بھی حرام ہے اور جھوٹی گواہی دینا بھی حرام، ووٹ ایک سفارش ہے، ووٹ ایک امانت ہے، ووٹ وکالت ہے، ووٹ ضمانت ہے اور ووٹ ایک مشورہ ہے'' مگر خود ان کا اپنا کردار اس وعظ اور تلقین کے برعکس ہوتا ہے جس کا اکثر مظاہرہ ان کی طرف سے پارلیمنٹ کے ایوانوں میں حکومت سازی اور قانون سازی کے مواقع پر دیکھنے میں آتا رہتا ہے۔

یہاں اس کی ایک مزید مثال ہدیۂ قارئین کی جاتی ہے:

2002ء کے عام انتخابات کے نتیجے میں سرحد اسمبلی میں ''متحدہ مجلس عمل'' کو واضح اکثریت حاصل ہوئی۔ جمعیت علمائے اسلام نے علماء اور مفتیان اراکین کی موجودگی میں ''کلین شیو'' رکن اسمبلی محمد اکرم درانی کو وزارت اعلیٰ کا منصب سونپا۔ بعد میں سینٹ کے الیکشن کے موقع پر جمعیت علمائے اسلام کے فاضل ممبران نے ایک مدبر، تجربہ کار، جید عالم دین اور متحدہ مجلس عمل کے صوبائی صدر مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کے مقابلے میں محمد اعظم خان سواتی کو آزاد امیدوار کی حیثیت میں کامیاب کرایا۔ جب علماء ومفتیان اپنے ووٹ کا اس طرح ''تقدس'' پامال کرتے ہیں تو ''عوام کالانعام'' پر کیا گلہ؟

جمہوریت کا سب سے بنیادی عنصر دلیل کے مقابلے میں ''اکثریت'' کی اطاعت ہے۔ اس نظام میں حق وہی ہے جس کی تائید اکثریت کرے اور اکثریت کے فیصلے کو نافذ کرنا جمہوریت کا فرض بھی ہے اور جمہوریت کی روح بھی ہے۔ اسی اصول کے تحت دینی جماعتوں کی مجالس شوریٰ وعاملہ کے فیصلے، اراکین اسمبلی، سپیکر، ڈپٹی سپیکر، وزیر اعظم اور صدر کے انتخاب کے علاوہ قانون سازی بھی ہوتی ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ''اکثریت'' کا دعویٰ شیطان نے کیا تھا جس میں خود ذاتِ باری ہی کو چیلنج کیا گیا تھا:

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ o ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ o (الاعراف۔16-17)

کہنے لگا: اس وجہ سے کہ تو نے مجھے (اپنی رحمت سے) مایوس کر دیا۔ میں ضرور تاک میں بیٹھوں گا ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے تیرے سیدھے راستہ پر۔ پھر میں ضرور آؤں گا ان کے پاس (بہکانے کے لیے) ان کے آگے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے اور تو نہ پائے گا ان میں سے اکثر کو شکر گزار۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ''اکثریت'' پر مبنی اصول سب سے پہلے شیطان نے وضع کیا تھا جس میں اس نے اپنی ''انتخابی مہم'' کا بھی ذکر کر دیا ہے کہ عوام کو سبز باغ دکھا دکھا کر اپنے ساتھ شامل کروں گا اور اس طرح اپنی اکثریت ثابت کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے تو شیطان کو یہ ''مہم'' چلانے کے لیے ''فری ہینڈ'' دے دیا لیکن اس بات کی تردید نہیں فرمائی کہ اکثریت تیرے ساتھ ہوگی بلکہ قرآن مجید میں جا بہ جا اور بہ تکرار فرمایا:

وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ.

(یونس: 92) اور یقیناً لوگوں کی اکثریت ہماری آیات سے غافل ہے۔

وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ o (المائدہ۔49)

بے شک انسانوں کی اکثریت نافرمان اور بدکار رہوتی ہے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ o (البقرۃ۔243) اور لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔

وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ o (الانعام۔117)

اگر تو اطاعت کرے اکثر لوگوں کی جو زمین میں ہیں تو وہ تجھے بہکا دیں گے اللہ کی راہ سے۔ وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔

وَ اَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ o (الشعراء۔223) اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ o (الاعراف۔187) لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ o (الانعام۔111) لیکن ان کے اکثر لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔

وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ o (المآئدہ۔103) اور ان کے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ o (ھود۔17) لیکن اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہوتے۔

وَ مَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ o (یوسف۔103)

اور نہیں ہیں اکثر لوگ خواہ آپ کتنا ہی چاہیں ایمان لانے والے۔

وَ مَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُشْرِکُوْنَo (یوسف۔106)

اور نہیں ایمان لاتے ان میں سے اکثر اللہ کے ساتھ مگر اس حالت میں کہ وہ شرک کرنے والے ہوتے ہیں۔

وَ اَکْثَرُھُمُ الْکَافِرُوْنَo (النحل۔83)　　اوران میں سے اکثر کافر یعنی ناشکرے ہیں۔

تَریٰ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا..... (المآئدہ۔80)

ان میں بہت سے لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں۔

لَقَدْ جِئْنَا کُمْ بِالْحَقِّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَکُمْ لِلْحَقِّ کٰرِھُوْنَo (الزخرف۔78)

ہم تو تمہارے پاس حق لے آئے لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق سے نفرت رکھنے والے ہیں۔

مذکورہ بالا قرآنی ارشادات سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اکثریت جاہلوں، فاسقوں، بے علموں، ناشکروں، غافلوں، کم عقلوں اور حق کے ساتھ نفرت کرنے والوں کی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ انسان اپنے ہم مشرب اور ہم مسلک ہی کو پسند کرتا ہے تو پھر کیونکر یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ ''انتخابات اور جمہوریت'' کے تحت ''نفاذ اسلام'' کی راہ ہموار ہوسکتی ہے؟ علاوہ ازیں ''انتخابی قواعد وضوابط، ہر بالغ فرد___ایک ووٹ، پارٹی ٹکٹ کے لیے درخواست، ٹکٹ کے حصول کے لیے رشوت وسفارش، ٹکٹوں کی تقسیم، ٹکٹ نہ ملنے کی صورت میں بغاوت اور بطور آزاد امیدوار حصہ لینا، نامزدگی فارم میں غلط اور جھوٹی وجعلی معلومات ودستاویزات کا اندراج، تصویری اشتہار بازی، انتخابی اخراجات، ہر اچھے برے مردوزن سے ووٹ کا سوال، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک، خلاف شرع امور پر سکوت وسمجھوتہ، لادینوں کے ساتھ اتحاد، بصورت دیگر سیٹ ایڈجسٹمنٹ (جس میں اپنے مذہبی ووٹرز کو فساق وفجار، نااہل اور کرپٹ امیدواروں کو ووٹ دینے کا پابند کیا جاتا ہے) جیسی منافقت اختیار کرنا، انتخابی مہم میں قدم قدم پر فرائض سے غفلت اور منکرات کا ارتکاب، مخالف امیدوار پر الزام تراشی و بہتان طرازی، اقتدار کی حرص، اپنی مدح وخودستائی، خوش نما اور جھوٹے وعدے، دیواروں کو انتخابی نعروں سے سیاہ کرنا، شخصی اور سرکاری عمارتوں پر اشتہارات چسپاں کرنا، ووٹوں کی خرید وفروخت، سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور عام لوگوں سے اسلام کے مقدس نام پر چندے بٹورنا (انتخابی مہم کے منکرات کے لیے ''فقہی مقالات'' جلد دوم از ص296 تا302 مؤلفہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی کی طرف مراجعت فرمائیں)

انتخابات میں شکست کھا جانے کی صورت میں لادینوں اور فاسقوں کے حق حکمرانی اور قانون سازی کو دل سے تسلیم کرنا اور جیت جانے کی صورت میں سب سے پہلے قانون سازی ایسے ربانی اختیار کے حامل ممبران میں اپنا اندراج کروانا، آئین اور جمہوریت کے تحفظ کا حلف اٹھانا، باطل نظام کی محافظ پارلیمنٹ کی برتری وفوقیت کو منوانا اور اکثریت کی بنیاد پر اس کے غیر شرعی فیصلوں کو قانون تسلیم کرنا وغیرہ......ان سب غیر شرعی مراحل سے گزر جانے کے بعد کوئی پرلے درجے کا احمق ہی اس باطل جمہوری نظام سے نفاذ اسلام کی توقع کرسکتا ہے۔

کسی کافر کی مجلس شوریٰ یعنی پارلیمنٹ میں نمائندگی ہی محل نظر ہے لیکن یہاں ایک عیسائی، ہندو، قادیانی اور ایک

عالم و مفتی کا ووٹ برابر ہے۔ 1993ء کے عام انتخابات میں دینی جماعتوں نے ''اسلامی جمہوری محاذ، متحدہ دینی محاذ اور پاکستان اسلامک فرنٹ'' کے پلیٹ فارم سے علیحدہ علیحدہ حصہ لیا جس کے نتیجے میں وہ مجموعی طور پر 9 نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئیں۔ ایک عیسائی رکن اسمبلی جے سالک نے اسمبلی کے فلور پر یہ اعلان کیا کہ ہمیں ''اقلیتی ارکان'' نہ کہا جائے کیونکہ اسمبلی میں ہمارے دس ممبر ہیں جب کہ دینی جماعتوں کے 9 ممبر ہیں۔ اب تو انہیں ''متحدہ مجلس عمل'' کے تعاون سے دوہری نمائندگی اور دوہرے ووٹ کا حق بھی حاصل ہوگیا ہے۔

1973ء کے آئین میں عورت کی سربراہی، دوسربراہان (سربراہ مملکت و سربراہ حکومت)، دوایوانوں، اسلامی نظریاتی کونسل (جس کا وجود ہی اسلام کے ساتھ ایک سنگین مذاق ہے)، وفاقی شرعی عدالت، شریعت اپیلٹ بنچ کا تصور کیا یہ سب شریعت کے دائرے میں آتے ہیں؟

وفاقی شرعی عدالت نے تو ایک موقع پر سودی بینکاری اور سودی نظام معیشت کو اپنے فیصلے (14 / نومبر 1991ء) میں حرام قرار دیا ہے جس کی سپریم کورٹ شریعت اپیلٹ بنچ نے بھی اپنے فیصلے (23 دسمبر 1991ء) کے ذریعے توثیق کی لیکن بعد میں سپریم کورٹ نے 26 جون 2002ء کو وفاقی شرعی عدالت اور سپریم شریعت اپیلٹ بنچ کے دونوں فیصلوں کو کالعدم قرار دے دیا۔

کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے یہ حقیقت ہے کہ اسلام کا نفاذ جمہوریت اور انتخابات کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا باطل نظام کا حصہ بن کر اسلام کے نفاذ کی جدوجہد کرنا محض تضیع اوقات ہی نہیں بلکہ اسلام کے ساتھ استہزاء بھی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان دینی جماعتوں کے پاس ممکنہ رکاوٹیں دور کرنے کے لیے مؤثر افرادی قوت اور تربیت کا بھی فقدان ہے۔

تربیت یافتہ جماعت اور مؤثر افرادی قوت کے بغیر جو علماء اس باطل نظام کا حصہ بنے تو وہ اسلام کے مبلغ بننے کی بجائے جمہوری مفادات کے محافظ و اسیر ہو کر اسی کے متا دہو گئے جس کی بناء پر وہ نفاذ اسلام کی منزل سے بہت دور ہوگئے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر، شارح صحیح بخاری، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان ''انتخابی سیاسی نظام یا جمہوری نظام کے تحت اسلامی نظام کے نفاذ'' سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

''نہیں ایسا ممکن نہیں ہے۔ نہ انتخابات کے ذریعے اسلام لایا جاسکتا ہے، نہ جمہوریت کے ذریعے اسلام لایا جاسکتا ہے۔ جمہوریت میں کثرتِ رائے کا اعتبار ہوتا ہے اور اکثریت جہلاء کی ہے جو دین کی اہمیت سے واقف نہیں، ان سے کوئی توقع نہیں ہے۔''

(ہفت روزہ ضرب مومن کراچی 20 تا 26 ربیع الثانی 1422ھ)

موصوف اسلام آباد میں ملک گیر علماء کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''جمہوری سسٹم شریعت کے خلاف ہے۔ جمہوری سسٹم سے نفاذِ اسلام کبھی نہیں ہوگا۔ موجودہ وقت میں قومی اسمبلی اور سینٹ میں علماء کی جتنی بڑی تعداد پہنچی ہے اتنی بڑی تعداد پہلے کبھی نہیں پہنچی اور نہ ہی آئندہ اس طرح کا کوئی امکان

ہے۔ متحدہ مجلس عمل کے اتنے ارکان ہونے کے باوجود تحفظ حقوق نسواں بل پاس ہوگیا اور مجلس عمل کے ارکان نے واک آؤٹ کرنے اور ڈیسک بجانے کے سوا کچھ کام نہیں کیا۔

انتخابی سیاست سے کوئی فائدہ نہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن کی صلاحیتوں پر ہمیں اعتماد ہے۔ ہماری ان سے گزارش ہے کہ وہ انتخابی سیاست کو چھوڑ کر دوسرا کوئی راستہ اختیار کریں جس سے نفاذ اسلام ہوسکے اور اس حوالے سے علماء سے مشاورت کریں۔'' (روزنامہ اسلام 2 ستمبر 2007ء)

شہید اسلام مولانا مفتی نظام الدین شامزئیؒ نے فرمایا کہ:

''اڑتالیس (48) سال علماء نے انتخابی اور جمہوری سیاست میں ضائع کیے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس طرز حکومت سے اڑتالیس (48) ہزار سال میں بھی اسلام نہیں آئے گا۔'' (خطبات شامزئی جلد اول ص 203)

یہ بات یقیناً باعث تعجب ہے کہ جو چیز خود نفاذِ اسلام کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے ہماری دینی سیاسی قیادت نے بسلسلۂ نفاذ شریعت اسی کے ساتھ اپنی تمام امیدیں وابستہ کر کے اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر دی ہیں۔ دینی سیاسی قیادت کی ہی سب سے بڑی غلطی ہے کہ اس نے احیاء اسلام کے لیے اسوہ رسول ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو اختیار کرنے کی بجائے جمہوریت کا انتخابی راستہ اختیار کیا ہے جس سے اسلامی نظام کے نفاذ کا خواب تو شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکا البتہ اس بہانے بعض حضرات کا ذاتی کاروبار خوب ترقی کر گیا: ؎

پدرم روضۂ رضواں بہ دو گندم بہ فروخت
نا خلف باشم گر من بہ جوئے نہ فروشم

قطع نظر دیگر خرافات کے، جمہوریت کی عمارت سرمایہ دارانہ نظام پر قائم ہے اور اس کا ڈھانچہ ہی ایسا ہے کہ اس میں جاگیر دار، صنعت کار، تاجر، سرمایہ دار اور وڈیرہ ہی پارلیمنٹ تک پہنچتا ہے۔ متوسط، غریب، شریف اور دین دار طبقہ کے لیے اول تو انتخابی مہم چلانا ہی دشوار ہے اور اگر وہ کسی طریقہ سے پارلیمنٹ میں پہنچ بھی جائے تو وہ جمہوری نظام کے تحت کوئی قانون پاس کرانے یا کسی خلافِ شرع قانون کو پاس ہونے سے روکنے میں کوئی کردار ادا نہیں کر سکتا۔

جنرل یحیٰی خان نے 1970ء میں پہلی مرتبہ ''بالغ رائے دہندگی'' کی بنیاد پر عام انتخابات کی داغ بیل ڈالی۔ جمعیت علماء اسلام کو اس الیکشن میں مجموعی طور پر کل سات نشستوں (چھے صوبہ سرحد میں اور ایک بلوچستان میں) پر کامیابی حاصل ہوئی۔ 1970ء سے لے کر 2008ء تک کل نو مرتبہ عام انتخابات ہوئے۔ جن میں نشستوں کی تعداد میں کمی تو ہوتی رہی لیکن اضافہ نہیں ہوسکا، البتہ 2002ء کے عام انتخابات میں دیوبندی، بریلوی، جماعت اسلامی، اہل حدیث اور اہل تشیع کے ساتھ تعلق رکھنے والی ''دینی'' جماعتوں کے اتحاد پر مبنی ''متحدہ مجلس عمل'' اسلام و جہاد اور امریکہ دشمنی کے نام پر اور کچھ ''غیر مرئی قوتوں'' کی مدد سے پہلی اور ''آخری'' مرتبہ قومی اسمبلی میں تقریباً ساٹھ (60) نشستیں اور ڈیڑھ صوبائی حکومتیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ لیکن اس کے باوجود مذہبی جماعتیں نہ صرف یہ کہ اسلام کے نفاذ میں بری طرح ناکام ہوئیں بلکہ تحفظ حقوق نسواں بل کے پاس ہونے اور لال مسجد آپریشن کے مواقع

پر بھی انہوں نے شرمناک کردار ادا کیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ متحدہ مجلس عمل نے غیر شرعی ''مخلوط انتخابات'' کو آئینی تحفظ دینے کے علاوہ پاکستان و افغانستان میں جنرل مشرف کے تمام ظالمانہ اقدامات اور جاری کردہ سینکڑوں ضابطوں اور فرامین کو بھی سترہویں ترمیم کے ذریعے آئین کا حصہ بنا دیا۔

بلوچستان حکومت میں نصف حصہ کی مالک ایم ایم اے نے پورے دورِ اقتدار میں شریعت بل کے ساتھ نورا کشتی اور آنکھ مچولی کا کھیل جاری رکھا۔ جب کہ صوبہ سرحد میں جہاں دینی جماعتیں بلا شرکت غیرے حکمرانی کے فرائض سرانجام دے رہی تھیں وہاں وہ متفقہ (اپوزیشن و اقلیتی ارکان کی حمایت کے ساتھ) شریعت بل پاس کرانے میں کامیاب ہوگئیں لیکن اس کا نفاذ ''حسبہ بل'' کی منظوری کے ساتھ مشروط کر کے سرد خانے میں ڈال دیا۔ ایم ایم اے کے دور حکومت میں اسلام تو کیا نافذ ہوتا الٹا دیگر منکرات کے علاوہ سودی معاملات بھی عروج پر رہے جو نصاً وصریحاً اللہ اور رسول کے خلاف اعلان جنگ ہیں۔ سٹیٹ بینک سے سود پر قرض، آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی رقوم پر سود کی ادائیگی یہ وزارتِ خزانہ کی ''مجبوری'' ہے۔ ملازمتوں کی ''خانہ پری'' اور ترقیاتی کاموں پر ''کمیشن'' اس کے علاوہ ہے۔ جماعت اسلامی تو اسمبلی کی مدت پوری ہونے سے ذرا پہلے اقتدار کے ساتھ ساتھ اسمبلی کی رکنیت سے ہی مستعفی ہوگئی تھی لیکن اسلام کے ''ترجمان'' تو آخری دن تک اقتدار کے ساتھ چمٹے ہی نہیں رہے بلکہ جنرل پرویز مشرف کی صدارتی ضرورت پوری کرنے کے لیے اسمبلی تحلیل نہ کر کے مزید ''مراعات'' سے بھی مستفیض ہوئے۔ اس طرح ''جمہوری تقاضے'' بھی پورے ہوتے رہے اور سودی معاملات بھی چلتے رہے۔ حالانکہ علماء کرام سود کی حرمت اور اللہ ورسول کے خلاف اس کے اعلان جنگ ہونے کے احکامات بھی پڑھتے، پڑھاتے رہے اور اس سے بھی باخبر تھے کہ سودی معاملات لکھنے اور حساب کتاب کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہے، لیکن مجال کہ انہوں نے اقتدار کو ''لات'' ماری ہو۔ ستم بالائے ستم یہ کہ بجائے ندامت و شرمندگی کے پوری ڈھٹائی کے ساتھ ''فخریہ'' انداز میں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ:

''اسمبلیوں میں اگر ہم نہ ہوتے تو آج اس ملک میں ''لادینیت'' کا راج ہوتا۔'' اس کے جواب میں سر دست یہی کہا جا سکتا ہے کہ:

اگر آپ اسمبلیوں میں نہ ہوتے تو کم از کم اسلام اور علماء کا رعب و دبدبہ اور وقار ضرور قائم رہتا۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ متحدہ مجلس عمل نے اپنے اقتدار کے لیے جنرل پرویز مشرف کے ساتھ مفاہمت و مصالحت کر کے ایک عظیم قومی، ملی اور دینی جرم کا ارتکاب کیا جس کے نتیجے میں ملک اور قوم پر مسلط طویل ترین سیاہ رات کو آئینی تحفظ حاصل ہوا۔ یہ سمجھوتہ یقیناً ایم ایم اے کے منشور سے انحراف، مجاہدین و شہداء کے خون سے غداری اور ووٹ دے کر اتنی بڑی تعداد میں علماء کو پارلیمنٹ میں بھیجنے والوں کے جذبات و توقعات کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

ملکی تاریخ کے نویں عام انتخابات 2008ء میں منعقد ہوئے۔ جماعت اسلامی کی ایم ایم اے سے ''معطلی'' اور انتخابات کے بائیکاٹ کی وجہ سے ساجد نقوی کی قیادت میں ایم ایم اے کے پلیٹ فارم سے اسلام کے ''نفاذ'' کے لیے علماء نے پھر حصہ لیا اور بمشکل چھے، سات نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے اور ترقی معکوس کرتے

ہوئے وہ 1970ء کی پوزیشن پر بحال ہوگئے۔ لیکن یہ بحالی اور ترقی معکوس نشستوں کے اعتبار سے تھی۔ جہاں تک مراعات اور مفادات کے حصول کا تعلق تھا تو ''زر'' داری کے ساتھ مفاہمت کی وجہ سے ان میں برابر اضافہ ہی ہوتا رہا۔

افسوس اس بات کا ہے کہ ماضی کے تلخ تجربے سے سبق سیکھنے کی بجائے ہماری دینی جماعتیں ''جمعیت علماء اسلام ،متحدہ دینی محاذ اور جماعت اسلامی'' پھر اپنے اپنے پلیٹ فارم سے اسلام کے ''نفاذ'' کے لیے ملکی تاریخ کے دسویں عام انتخابات (11 مئی 2013ء) میں لنگر لنگوٹ کس کر کود پڑی ہیں۔ جس کا نتیجہ 2002ء کے برعکس لیکن جے سالک کے ''اعلان'' اور سابقہ انتخابی نتائج کے عین مطابق ہوگا۔ دینی جماعتیں جو بار بار ''انتخابی عمل'' میں شریک ہو رہی ہیں اگر کسی ''خوش فہمی'' کی بنیاد پر ہے تو یقیناً ''سراب'' کے پیچھے بھاگ رہی ہیں۔ ''سراب'' کی خوبی یہی ہے کہ وہ ہر دم قریب ہوتی نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔

زندگی بھر، نہ سرابوں کے ہی منظر دیکھو
دوستو! خواب کی دہلیز سے باہر دیکھو
رنگ تو رنگ ہیں، موسم ہی بدل جائیں گے
روحِ قرآن میں اِک بار اتر کر دیکھو

جہاں تک جمہوریت سے کسی معمولی تبدیلی یا جزوی قسم کی اصلاحات کا تعلق ہے تو بڑے نقصان کے مقابلے میں ان کا فائدہ کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَسْـئَـلُـوْنَکَ عَـنِ الْـخَـمْـرِ وَالْـمَـيْسِرِ قُلْ فِيهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَاط (البقرہ۔219)

وہ پوچھتے ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے شراب اور جوئے کی بابت، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایئے:
ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدے بھی ہیں لوگوں کے لیے اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدے سے۔

اس آیت کا تقاضا یہی ہے کہ جمہوری انتخابی نظام میں اگر کچھ فائدہ بھی ہے تو اس کو ترک کر کے اس کے بڑے گناہ سے بچنا چاہیے جو علماء اس ''خروج'' کو اسلام کے حق میں نقصان دہ سمجھتے ہیں تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جمعیت علمائے اسلام نے اگر 1985ء میں عام انتخابات کا بائیکاٹ کیا تو اسلام کا کیا نقصان ہوا؟ اور اگر جماعت اسلامی 2008ء میں اس عمل سے باہر رہی تو اسلام کتنے گھاٹے میں رہا؟

اصل بات یہ ہے کہ جمہوری عمل میں شرکت اسلام کے نفاذ یا اس کے کسی فائدے کا نہیں بلکہ امریکی ایجنڈے کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ پچاس کی دہائی میں امریکی خفیہ دستاویزات میں شامل ایک رپورٹ نے اس راز کو فاش کر دیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اسلامی انقلابی تحریک کو روکنے بلکہ کچلنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کی مذہبی قوتوں کو جمہوری سیاست میں الجھا دیا جائے۔ اس رپورٹ کے تحت دینی قوتوں کو جمہوری سیاست میں بری طرح الجھا دیا گیا ہے جس سے باہر نکلنے کا انہیں کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ یا اسلامی انقلاب سے خائف طاقتیں انہیں باہر نکلنے نہیں دیتیں۔

زیرِ نظر مضمون سے یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ جمہوریت اور انتخابی سیاست اسلام کے نفاذ کہ راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔لادین طاقتیں اس باطل نظام کے ذریعے نفاذِ اسلام کا راستہ روکے ہوئے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ جمہوریت کے پیروکاروں کی ہمیشہ پوری کوشش یہ رہی ہے کہ دینی سیاسی جماعتوں کے قائدین کو نقد امداد کے علاوہ پروٹوکول ،دیگر مراعات، بیرونی ممالک کے دوروں، فائیو سٹار ہوٹلوں، ریسٹ ہاؤسز، گیسٹ ہاؤسز اور فرنٹیئر ہاؤسز میں قیام کرا کے اور انتخابی سیاست کا لولی پاپ دے کر انہیں انقلابی جدوجہد کو متعارف کرانے اور پروان چڑھانے سے باز رکھیں۔

سخت حیرت ہے کہ جو راستہ سرے سے منزل کی طرف جاتا ہی نہیں مذہبی قائدین اسی کو اختیار کیے ہوئے ہیں جس کے نتیجے میں دینی کارکن آج بھی نقطۂ آغاز پر کھڑا ہے

یہ کیسی منزل ہے کیسی راہیں کہ تھک گئے پاؤں چلتے چلتے
وہی ہے فاصلہ اب بھی قائم جو فاصلہ تھا سفر سے پہلے

مجلس احرارِ اسلام چیچہ وطنی کے زیرِ اہتمام چوتھے مرکز احرار

رحمٰن سٹی اوکانوالہ روڈ چیچہ وطنی کی تعمیر جاری ہے،8 دسمبر 2012ء بروز ہفتہ بعد نماز ظہر تعمیر کا آغاز ہوا

25 مرلے رقبہ پر مسجد، مدرسہ، دفتر، ختم نبوت اکیڈمی اور ڈسپنسری تعمیر کی جائے گی، جملہ اہل خیر سے تعاون کی درخواست ہے

ترسیل زر و رابطہ: عبداللطیف خالد چیمہ (مدیر مراکزِ احرار چیچہ وطنی)
دفتر دارالعلوم ختمِ نبوت، جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

منجانب: تحریک تحفظ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام چیچہ وطنی　040 -5482253　0300-6939453

''میں ڈرتا ورتا کسی سے نہیں''

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

پُرانے وقتوں کی بات ہے۔ایک تھا بادشاہ۔اس کا نام تھا کمانڈو فرعون! قاتل اس کے زمانے میں دن دہاڑے دندناتے پھرتے تھے بلکہ اُس کے تنخواہ دار، حصہ دار تھے۔ ہزاروں میل دور سمندر کنارے اگر کوئی قاتل گروہ دن کو ''شب خون'' مارتا تو وہ بلند پہاڑوں پر بنے صدارتی محل میں مُکّے لہراتے ہوئے چنگھاڑتا۔''یہ ہے میری عوامی طاقت۔'' اُس نے اپنے ہی محسن کو فضاؤں سے نتھ ڈال دی تھی۔ اُس نے اعلان کر دیا تھا میرے مخالف دونوں سردار بی بی اور میاں میری قلمرو میں قدم نہیں رکھ سکتے۔اس کے کاسہ لیس وزیروں نے اُسے دس بار باوردی فرعون بنانے کا اعلان کر دیا تھا۔

فوجی جنتا کے اُس کے ایک کرنل نے غریب بلوچیوں کی خدمت کرنے والی ایک لیڈی ڈاکٹر کی بے حرمتی کر ڈالی تھی وہ اگر چہ سندھی خاتون تھی مگر غیرت کے پتلے بلوچ سرداروں نے زبردست احتجاج کیا تھا۔ بڑے بلوچی سردار کو کمانڈو فرعون نے بقول اپنے، وہاں سے ہٹ کیا تھا کہ قاتل کا نشانِ پامالنہ مقتول کی راکھ ملی......بی بی اور میاں دونوں باغی سرداروں کو اُس نے وطن واپسی سے منع کر رکھا تھا مگر دونوں آ گئے......دونوں قاتلانہ حملوں کی زد میں آئے۔میاں بچ گیا۔بی بی کے خون کے دھبے بھی صاف کرا دیے گئے۔اُس کے خاوند کو حکومت میں حصے دار بنا کر خون معاف کرانے کی ایک کامیاب چال چلی تھی۔

کمانڈو فرعون کی ''اَنَا رَبُّکُمَ الْاَعْلیٰ'' کے دعوے کو الرشید ٹرسٹ، الامین ٹرسٹ، الاختر ٹرسٹ جیسے اداروں نے چیلنج کر رکھا تھا۔ ہر فاقہ مست بدحال، مسکین کی دہلیز پر یہ ادارے خود روٹی، کپڑا اور دیناروں کی تھیلیاں لے کر پہنچ جاتے تھے۔ مسلم خودداری، اسلامی غیرت وقوت کے اظہار کے لیے کئی دینی، تبلیغی اور جہادی تنظیمیں سرگرمِ عمل تھیں۔خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب وآل کے تحفظِ ناموس کے لیے صحابہ کے پروانے جانیں لٹا رہے تھے۔کمانڈو فرعون نے مغربی آقاؤں کے حکم پر ان سب پر پابندی لگا دی تھی اور ان عقابوں کو پسِ دیوارِ زنداں ڈال دیا تھا۔غازی عبدالرشید جیسے چند سر پھروں نے اللہ کے گھر مساجد و مدارس گرانے پر مزاحمت کی، اُن کے ساتھ زلزلہ کشمیر و سرحد میں مرنے والوں کی یتیم و لاوارث بچیوں نے بے حیائی پر بندش اور نفاذِ شریعت کا مطالبہ کیا تو کمانڈو فرعون نے لال مسجد کے بے گناہ سجدہ گزاروں پر بمباری کا حکم دیا تھا۔قرآن، حدیث وتفسیر کی سیکڑوں کتابوں کو جلا کر اُنہیں گندے نالوں میں پھینک دیا تھا۔پھر بھی جی نہ بھرا تو جامعہ حفصہ میں قرآن پڑھتی بچیوں سمیت بیسیوں قرآنی معلّمات کو فاسفورس بموں سے بھون کر رکھ دیا تھا۔

کمانڈو فرعون کی رٹ کا کون قائل نہیں ہوا۔اُسے رٹ قائم کرنے کا شوق بھی بہت تھا۔اس نے بلوچستان کے سیکڑوں سے زائد باغیوں اور سرحد وقبائلی علاقہ جات کے ہزراوں محبِ وطن......بے تنخواہ محافظوں بزعم خود نافرمان جنگجوؤں کو پکڑ پکڑ کر امریکہ بہادر کے حوالے کیا تھا۔وہ کہتا تھا میں نے کون سا غلط کام کیا ہے۔شیخ اسامہ اور افغان طالبان جیسے اسلامی انتہا

پسند لوگ اپنے کو سپریم امریکی لوگوں سے برتر ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں، بھلا میری موجودگی میں میرے آقاؤں کے خلاف ایسی کوشش؟ میں نے ایسے ازخود مجاہدوں کو امریکا کے حوالے کرنا شروع کیا تو آقا نے مجھے سیکڑوں ہزاروں ڈالروں سے نوازنا شروع کر دیا۔ ٹو اِن ون۔ میں کمانڈو فرعون کے ساتھ قارون جیسے خزانوں کا مالک بھی بننے لگا۔ اس کے باوجود جب مجھے قارونی ڈالروں کا چسکا پڑ گیا تو میں نے ڈاکٹر عافیہ صدیقی اور اس جیسی ان گنت بے گناہ مسلم بیٹیاں بیچنا شروع کر دیں۔

کمانڈو فرعون کی اس قسم کی کارگزاریوں پر اعلیٰ عدلیہ نے نوٹس لے لیا۔ اَن گنت مردوں عورتوں کے غائب کیے جانے پر جواب طلبی کر لی۔ افتخار چودھری اگر ضد نہ کرتا تو بقول کمانڈو فرعون صرف فرعونیت کا چارج اپنے پاس رکھ کر تمام قارونی خزانے اُس کے حوالے کر دیے جاتے اور سات پُشتوں تک یہ خزانے کم نہ ہوتے اور تاریخ میں دوسرے قارون کے نام سے اُس کا نام زندہ و تابندہ رہتا مگر وہ ضد پر رہا تو کمانڈو فرعون نے اگلی چال چلی ایمرجنسی پلس نافذ کر کے افتخار چودھری اور اس کے پانچ درجن ساتھی اعلیٰ عدلیہ کے ججز کو معزول و محبوس کر دیا۔ سینیٹ نے اُس کے باضابطہ فرعونِ وقت، جی نہیں، باضابطہ کمانڈو صدر ہونے کا اعلان کر دیا۔ مگر گردشِ زمانہ کہ آج اُسی سینیٹ نے آئین کی شق نمبر ۶ کے تحت غداری اور آئین توڑنے کا مقدمہ چلانے کی متفقہ قرارداد منظور کی ہے۔ افتخار چودھری نے ۱۳؍نومبر ہی کو ایمرجنسی کے ناجائز ہونے کا فل کورٹ فیصلہ سنا دیا تھا اور کہا تھا ''ہمارے فیصلے کے نتائج مستقبل میں سامنے آئیں گے۔'' تو کیا افتخار چودھری عالم الغیب تھا؟ کمانڈو فرعون کہتا ہے:

''میں تو امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی تھا، میں نے ہی لاکھوں افغان دہشت گردوں اور ہزاروں عراقی بنیاد پرستوں کو زائد از چھپن ہزار بمبار پروازوں سے مروایا تھا۔ کیا میں امریکہ اور نیٹو کا محسن نہیں ہوں؟ کیا امریکہ خود تسلیم نہیں کرتا کہ اگر میں پاکستان کے بری، بحری اور فضائی اڈے پیش نہ کرتا تو وہ کبھی بھی افغان دہشت گردوں پر قابو نہ پا سکتا۔ تاہم میری بھرپور مدد کے باوجود وہ آج تک ان پر قابو نہیں پا سکا، اُس کا مقدر تو شکست اور رسوائی ہے مگر میری وفاداری کا صلہ؟ تقدیر مجھے وطن لے آئی اور ظالموں نے نے مجھے بے نظیر قتل کیس اور ججز حراست کیس میں گرفتار کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔ بے وفا امریکہ نے میری گرفتاری پر میرے حق میں دو بول بھی نہیں بولے بلکہ یہ کہا کہ میرے خلاف عدالتی کارروائی پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے۔

۱۸؍اپریل ۲۰۱۳ء کی دوپہر میری عبوری ضمانت کی منسوخی پر عدالت سے فرار میں رینجرز اور پولیس نے میری بھرپور مدد کی مگر نہیں وہ تو میرے نوکر تھے۔ ہتھکڑی نہیں لگائی پھر بھی گرفتاری ڈال دی۔ عدالت نے میرے فارم ہاؤس کو سب جیل قرار دے کر مجھے دو کمروں میں محبوس اور تنہا کر دیا ہے۔ میں کوئی عام مخلوق تو ہوں نہیں۔ کمانڈو فرعون ہوں۔ میرے مُکّے فضاؤں میں ابھی تک لہرا رہے ہیں۔ ''میں ڈرتا ورتا کسی سے نہیں۔'' لیکن میں نے درخواست کی ہے کہ میری ماں دبئی میں بیمار ہے۔ مجھے ماں یاد آ گئی ہے۔ مجھے ماں کے پاس دبئی جانے دیں۔ میرا وکیل احمد رضا قصوری میری ماں کے غم میں اپنے مقتول باپ کا غم بھول گیا ہے اور پھوٹ پھوٹ کر روتا ہے۔ زرداری کی بیٹی آصفہ اور بے وفا چودھری شجاعت نے بھی مجھے ماں کے پاس دبئی بھیجنے کی استدعا کی ہے لیکن میری ماتحت فوجی جنتا نے ابھی تک میری ہمدردی میں ایک لفظ نہیں کہا۔ دیکھیں! دبئی فرار کے لیے کب درِ اجابت کھلتا ہے؟ مجھے اب مکّے لہرانا بھول گیا ہے۔ مجھے اب ڈر لگ رہا ہے۔ ویسے ''میں ڈرتا ورتا کسی سے نہیں'' بالکل نہیں۔

جمہوری سیاست اور سید مودودی

انتخاب: ڈاکٹر عبدالقہار قاسمی

مسلمانانِ پاک و ہند نے اسلامی حکومت کے قیام کے لیے ایک اور راستہ اختیار کیا کہ مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کی اپنی حکومت قائم کی جائے پھر قومی حکومت بتدریج اسلامی حکومت میں تبدیل کی جائے۔ مسلمانانِ ہند کا یہ منصوبہ اسلامی انقلاب کے لیے قطعاً غیر مفید ثابت ہوا، پاکستان کی نصف صدی سے زائد کی تاریخ اس کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بانی جماعت اسلامی سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس کی ناکامی کی بنیادی وجہ اسی وقت یوں بیان کر دی تھی:

''ایک قوم کے تمام افراد کو محض اس وجہ سے کہ وہ نسلاً مسلمان ہیں حقیقی مسلمان فرض کر لینا اور یہ اُمید رکھنا کہ اُن کے اجتماع سے جو کام بھی ہوگا...... اسلامی اصولوں ہی پر ہوگا پہلی اور بنیادی غلطی ہے۔ انبوہِ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں اور نہ ہی ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ بیٹے سے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام چلا آ رہا ہے۔ اس لیے یہ مسلمان ہیں نہ انہوں نے حق کو حق جان کر قبول کیا اور نہ باطل کو باطل جان کر ترک کیا ہے۔ اُن کی اکثریت رائے کے ہاتھ میں باگیں دے کر اگر کوئی شخص یہ اُمید رکھتا ہے کہ گاڑی اسلام کے راستے پر چلے گی تو اس کی خوش فہمی قابلِ داد ہے۔ (تحریکِ آزادیٔ ہند اور مسلمان، حصہ دوم، ص: ۱۴۰)

سید مودودی نے مثال دے کر یوں سمجھایا:

''جمہوری انتخاب کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے دودھ بلو کر مکھن نکالا جاتا ہے اگر دودھ زہریلا ہو تو اس سے جو مکھن نکلے گا قدرتی بات ہے کہ دودھ سے زیادہ زہریلا ہوگا۔ اسی طرح سوسائٹی اگر بگڑی ہوئی ہو تو اس کے ووٹوں سے منتخب ہو کر وہی لوگ برسرِ اقتدار آئیں گے جو اس سوسائٹی کی خواہشاتِ نفس سے سندِ مقبولیت حاصل کر سکیں گے۔ پس جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر مسلم اکثریت کے علاقے ہندو اکثریت کے تسلط سے آزاد ہو جائیں اور یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے تو اس طرح حکومتِ الٰہیہ قائم ہو جائے گی اُن کا گمان غلط ہے۔ دراصل اس نتیجے میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ صرف مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی۔ اس کا نام حکومتِ الٰہیہ رکھنا اس پاک نام کو ذلیل کرنا ہے۔'' (تحریکِ آزادیٔ ہند اور مسلمان، ص: ۱۴۲)

پاکستان کا مطلب کیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ صرف جذباتی نعرہ تھا۔ جمہوری طریقہ سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ نفاذ نہیں ہوسکتا۔

سید مودودی نے جمہوریت اور مسلمانوں کی مختلف جماعتوں پر جو اعتراضات کیے اس کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

’’ایک مسلمان کی حیثیت سے جب میں دنیا پر نگاہ ڈالتا ہو تو مجھے اس امر پر اظہارِ مسرت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ترکی پر ترک، ایران پر ایرانی اور افغانستان پر افغان حکمران ہیں، مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں ’’حُکمُ النَّاسِ عَلَی النَّاسِ للنَّاسِ‘‘

Government of th people by the people for the people.

کے نظریے کا قائل نہیں ہوں کہ مجھے اس پر مسرت ہو میں اس کے برعکس ’’حُکمُ اللّٰہِ عَلَی النَّاسِ بِالحقِ‘‘ (Rule of ALLHA on man with justice) کا نظریہ رکھتا ہوں۔ اس اعتبار سے میرے نزدیک انگلستان پر انگریزوں کی حاکمیت اور فرانس پر اہل فرانس کی حاکمیت جس قدر غلط ہے اسی قدر ترکی اور دوسرے ملکوں پر ان کے اپنے باشندوں کی حاکمیت بھی غلط ہے بلکہ اس سے زیادہ غلط اس لیے کہ جو قومیں اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہیں ان کا اللہ کے بجائے انسانوں کی حاکمیت اختیار کرنا اور بھی زیادہ افسوس ناک ہے۔ غیر مسلم اگر ضالّین کے حکم میں ہیں تو یہ اس طرز عمل کی بنا پر مغضوب علیہم کی تعریف میں آتے ہیں۔

مسلمان ہونے کی حیثیت میں میرے لیے اس مسئلہ میں بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ ہندوستان میں جہاں مسلم کثیر التعداد ہیں وہاں اُن کی حکومت قائم ہو جائے، میرے نزدیک جو سوال سب سے اقدم ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے اس پاکستان میں نظامِ حکومت کی اساس اللہ کی حاکمیت پر رکھی جائے گی یا مغربی نظریہ جمہوریت کے مطابق عوام کی حاکمیت پر؟ اگر پہلی صورت ہے تو یقیناً یہ پاکستان ہوگا ورنہ بصورتِ دیگر یہ ویسا ہی ’’ناپاکستان‘‘ ہوگا جیسا ملک کا وہ حصہ جہاں آپ کی سکیم کے مطابق غیر مسلم حکومت کریں گے۔ بلکہ اللہ کی نگاہ میں یہ اس سے زیادہ ناپاک، اس سے زیادہ مبغوض وملعون ہوگا کیونکہ یہاں اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے وہ کام کریں گے جو غیر مسلم کرتے ہیں۔ اگر میں اس بات پر خوش ہوں کہ یہاں رام داس کی بجائے عبداللہ خدائی کے منصب پر بیٹھے گا تو یہ اسلام نہیں ہے۔ بلکہ نرا نیشنلزم ہے اور یہ مسلم نیشنلزم بھی اللہ کی شریعت میں اتنا ہی ملعون ہے جتنا ہندوستانی نیشنلزم۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے میری نگاہ میں اس سوال کی بھی کوئی اہمیت نہیں کہ ہندوستان ایک ملک رہے یا دس ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے تمام روئے زمین ایک ملک ہے۔ انسان نے اس کو ہزاروں حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ یہ اب تک کی تقسیم اگر جائز تھی تو آئندہ مزید تقسیم ہو جائے تو کیا بگڑ جائے گا۔ یہ کون سا ایسا بڑا مسئلہ ہے جس پر مسلمان ایک لمحہ کے لیے بھی غور وفکر میں اپنا وقت ضائع کریں؟

مسلمان کو تو صرف اس چیز سے بحث ہے کہ یہاں انسان کا سر اللہ کے حکم کے آگے جھکتا ہے یا حُکمُ النَّاسِ کے آگے۔ اگر اللہ کے حکم کے آگے جھکتا ہے تب تو اسے اور زیادہ وسیع کیجیے ہمالیہ کی دیوار کو بیچ سے ہٹائیے۔ سمندر کو بھی نظر انداز کر دیجیے تا کہ ایشیا، افریقہ اور امریکہ سب ہندوستان میں شامل ہو سکیں اور اگر یہ حُکمُ النَّاسِ کے آگے جھکتا ہے تو جہنم میں جائے ہندوستان اور اس کی خاک کا پرستار۔ مجھے اس سے کیا دلچسپی کہ یہ ایک ملک رہے یا دس ہزار ٹکڑوں میں بٹ جائے۔ اس بت کے ٹوٹنے پر تڑپے وہ جو اسے معبود سمجھتا ہو مجھے تو اگر کہیں ایک مربع میل کا رقبہ بھی مل جائے جس میں انسان پر اللہ کے سوا کسی اور کی حاکمیت نہ ہو تو میں اس کے ایک ذرہ خاک کو ہندوستان بھر سے زیادہ قیمتی سمجھوں گا۔

مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے نزدیک یہ امر بھی کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا کہ ہندوستان کو انگریزی امپیریلزم سے آزاد کرایا جائے۔ انگریز کی حاکمیت سے نکلنا تو صرف لا الٰہ کا ہم معنیٰ ہوگا۔ فیصلہ کا انحصار محض اس نفی پر نہیں ہے بلکہ اس پر ہے کہ اس کے بعد اثبات کس چیز کا ہوگا۔ اگر آزادی کی یہ ساری لڑائی صرف اس لیے ہے...... اور مجاہدین حریت میں کون صاحب جھوٹ بولنے کی ہمت رکھتے ہیں کہ اس لیے نہیں ہے...... کہ امپریلزم کے اِلٰہ کو ہٹا کر ڈیموکریسی کے اِلٰہ کو بت خانہ حکومت میں جلوہ افروز کیا جائے تو مسلمان کے نزدیک درحقیقت اس سے کوئی فرق بھی واقع نہیں ہوتا۔ لات گیا منات آ گیا۔ ایک جھوٹے خدا نے دوسرے جھوٹے خدا کی جگہ لے لی، باطل کی بندگی جیسی تھی ویسی ہی رہی۔ کون مسلمان اس کو آزادی کے لفظ سے تعبیر کر سکتا ہے؟

اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو مختلف جماعتیں اسلام کے نام سے کام کر رہی ہیں فی الواقع اسلام کے معیار پر اُن کے نظریات، مقاصد اور کارناموں کو پرکھا جائے تو سب کے سب جنسِ فاسد نکلیں گی۔ خواہ مغربی تعلیم و تربیت پائے سیاسی لیڈر ہوں یا قدیم طرز کے مذہبی رہنما دونوں راہِ حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ ایک دماغ پر ہندو کا ہوّا سوار ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ ہندو امپریلزم کے چنگل سے بچ جانے کا نام نجات ہے اور دوسرے گروہ کے سر پر انگریز کا بھوت مسلط ہے وہ انگریزی امپریلزم کے چنگل سے بچ جانے کو نجات سمجھ رہا ہے۔ ان میں کسی کی نظر بھی مسلمان کی نظر نہیں ورنہ یہ دیکھتے کہ اصلی شیطان یہ ہے نہ وہ، اصلی شیطان غیر اللہ کی حاکمیت ہے اس سے نجات نہ پائی تو کچھ نہ پایا۔ لڑنا ہے تو اس کو مٹانے کے لیے لڑو جو تیر چلانا ہو اس ہدف کی طرف باندھ کر چلاؤ۔ جس قدر قوت صرف کرنی ہے اسے محو کرنے پر صرف کرو۔ اس کے سوا جس کام میں بھی تم اپنی مساعی صرف کرو گے وہ پراگندہ اور رائیگاں ہو کر رہے گا۔

مغربی طرز کے لیڈروں پر تو چنداں حیرت نہیں کہ ان بے چاروں کو قرآن کی ہوا تک نہیں لگی۔ مگر حیرت ہے ان علماء پر جن کا رات دن کا مشغلہ ہی قال اللہ وقال الرسول ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ان کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ قرآن کو کس نظر سے پڑھتے ہیں کہ ہزار بار پڑھنے کے بعد بھی انہیں قطعی اور دائمی پالیسی کی طرف ہدایت نہیں ملتی جو مسلمان کے لیے اصولی

طور پر مقرر کر دی گئی ہے۔ جن مسائل کو انہوں نے اہم قرار دے رکھا ہے قرآن میں ہمیں ان کی فروعی اور ضمنی اہمیت کا بھی نشان نہیں ملتا اور جن معاملات پر بے چین ہو کر انہوں نے دہلی میں آزاد مسلم کانفرنس منعقد فرمائی اور تڑپ تڑپ کر تقریریں کیں اس نوعیت کے معاملات کہیں اشارتاً بھی قرآن مجید میں زیرِ بحث نہیں آتے بر عکس اس کے قرآن حکیم میں ہم دیکھتے ہیں کہ نبی پر نبی آتا ہے اور ایک ہی بات کی طرف اپنی قوم کو دعوت دیتا ہے:

یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ[ھود: ۶۱]

”اے قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔“

اسلامی تحریک کے ہر رہنما نے ہر ملک اور ہر زمانے میں تمام وقتی اور مقامی مسائل کو نظر انداز کر کے اسی ایک مسئلہ کو آگے رکھا، اسی پر اپنا زورِ بازو صرف کیا تو اس سے صرف یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ مسئلہ ”**اُمُّ المسائل**“ تھا اور وہ اسی کے حل پر زندگی کے تمام مسائل کا حل موقوف سمجھتے تھے۔“

(تحریکِ آزادیٔ ہند اور مسلمان، ص:۱۰۱۔۱۰۶)

نئی کتابیں

سیّدی وَ اَبی
(اضافہ شدہ ایڈیشن)
حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے سوانح و افکار اور جیل سے لکھے گئے بیٹی کے نام خطوط
تاریخی واقعات، ذاتی یادداشتیں، عظیم شخصیات کا تذکرہ
ایک عظیم بیٹی کا اپنے عظیم باپ کو خراجِ تحسین

مصنفہ
بنتِ امیر شریعت سیدہ اُم کفیل بخاری رحمۃ اللہ علیہا
صفحات: 336
قیمت:-/400 روپے

مضامینِ راحیل
مشہور سابق قادیانی شیخ راحیل احمدؒ کے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ بیتی، تاثرات، مرزا مسرور احمد کے نام خطوط، تاریخی انٹرویوز اور قادیانیوں کو دعوتِ اسلام پر مشتمل مضامین کا مجموعہ
ترتیب محمد عامر اعوان/انیف کاشر
صفحات: 744 • قیمت:-/700 روپے
ناشر: احرار فاؤنڈیشن پاکستان، 69۔سی نیو مسلم ٹاؤن لاہور

ملنے کے پتے
راوی پبلشرز، الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور: 0345-4233071
رویم پبلشرز، الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور: 0300-9480356
مکتبہ معاویہ جامع مسجد روڈ چیچہ وطنی ضلع ساہیوال: 0304-6464253
Zulfiqar Ali : 167 Kempton Road East-Ham Newhan
E62 PD, Uk. Ph # 00447877816693

رابطہ بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061 - 4511961
0300-8020384

الیکشن

پروفیسر محمود الحسن قریشی مرحوم

[پروفیسر محمود الحسن قریشی معروف مزاح نگار، خاکہ نگار اور اردو کے استاد تھے۔انھوں نے ''اردو افسانے میں پاکستانیت'' کے عنوان سے ایم فل کا مقالہ لکھا اور پی ایچ ڈی کے لیے ''اردو ادب اور خطابت کی روایت میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' کے عنوان پر مقالہ لکھ رہے تھے۔اسی دوران انھیں کینسر جیسے موذی مرض سے دوچار ہونا پڑا اور وہ ۲۴ جنوری ۲۰۰۶ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔اب جب کہ انتخابات کا ''بازار'' گرم ہے اور ہر طرف الیکشن کی ''ہاؤ ہو'' ہے۔محمود الحسن قریشی مرحوم کا یہ انشائیہ قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔]

☆☆☆

غالباً الیکشن ہی وہ واحد نعمت ہے، جس سے پہلے غریب اور بعد میں امیر مستفید ہوتے ہیں۔الیکشن کے دنوں میں امیدواروں کے جگر میں قوم کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔اگرچہ بعد میں اس کا علاج لوٹ لوٹ کر کرتے ہیں۔جہاں شہروں میں الیکشن پورے آب وتاب اور رنگینیوں کے ساتھ رونما ہوتا ہے، وہاں دیہاتوں میں بھی یہ موسم پورے جوبن پر ہوتا ہے۔انھی دنوں بڑے بڑے زمیندار اپنے ڈیرے کے لیے خصوصی احکامات جاری کرتے ہیں۔ہر غریب کو بے شک وہ کمی کمین ہی کیوں نہ ہو؛ نہ صرف موسم کے لحاظ سے بلکہ اس کی پسند اور ناپسند کے مطابق مشروبات پیش کیے جاتے ہیں۔اگرچہ وہ یہ قرض مع سود بعد میں اپنے خون پسینے کی شکل میں لوٹا دیتے ہیں۔اس موسم میں زمینداروں کی سیاسی کھوپڑیوں پر غیرت اور عزت کے کڑکڑاتے ہوئے طرہ دار عماموں کی فصل پک چکی ہوتی ہے اور وہ ایک مرتبہ پھر اپنی ذہنیت کی طرح ننگی جیپوں پر سوار ہو کر گاؤں کی کچی سڑک پر گرد وغبار اڑا رہے ہوتے ہیں جسے وہ ہر دفعہ پختہ کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ان مظلوم جیپوں پر اتنے لوگ سوار ہوتے ہیں جتنے کہ ہو سکتے ہیں اور وہ دوڑنے کی کوشش میں رینگ رینگ کر چل رہی ہوتی ہیں۔لگتا ہے کہ یہ اس ظلم کے خلاف احتجاجاً کسی وقت بھی خاموشی اختیار کر لیں گی لیکن یہاں احتجاج کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔انھیں دور سے دیکھ کر کہنا ہی پڑتا ہے:

نہ کمالِ ڈرائیور نہ انجن کی خوبی
چلی جا رہی ہے خدا کے سہارے

شہروں میں بھی الیکشن کے موسم پر خاصی خونیں بوندا باندی ہوتی ہے۔ پچھلے انتخابات میں مجھے مجبوراً شہر میں ہی ٹھہرنا پڑا جہاں امیدوار ووٹ کی بھیک بڑے اچھے انداز میں مانگتے ہیں۔ یہ اپنے حاشیہ برداروں کے ساتھ گروہوں کی شکل میں لوگوں کے در کھٹکھٹاتے ہیں اور ووٹ کی خیرات مانگتے ہیں۔ ایک شب مجھے آرام کی شدید ضرورت تھی۔ میرے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ کچھ لوگ یوں کھڑے ہیں جیسے ایک غیر سیاسی جماعت کے افراد ہمیں دوزخ سے بچانے کے لیے کبھی کبھی کھڑے ہوتے ہیں۔ امیدوار کا طویل تعارف ہوا اور مدعا بیان کیا گیا تو میں نے بڑے عجز سے جواب دیا کہ جناب ہمارے تو ووٹ ہی یہاں نہیں ہیں۔ وہ مسکرانے کی کوشش کرنے لگا اور ''جی کوئی بات نہیں'' کہہ کر چلا گیا۔ دوسرے دن میں اپنے ایک دوست کے ہاں گیا جہاں ایک امیدوار خان صاحب پہلے ہی تشریف رکھتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شاہ صاحب تشریف لائے جو بیٹھتے ہی الیکشن میں حصہ لینے والے امیدواروں کی ماں بہنوں کے جسم کی پوشیدہ حصوں کا نام لے لے کر اپنا ''زورِ بیاں'' صرف کرنے لگے اور آخر میں ہمیں بتایا گیا کہ مجھے ساری رات ان لوگوں نے جگایا ہے۔ اس دوران خان صاحب کے چہرے پر قوسِ قزح کے رنگ بدلتے رہے۔ وہ کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہنے لگے کہ اسی لیے تو جناب ہم دن کو آتے ہیں۔

ہم نے ایک ایسے امیدوار کو بھی دیکھا جو اپنی ''مولویانہ ٹوپی'' بغل میں دبائے پھرتا تھا۔ میں نے عرض کیا: حضور اسے سر پر بھی رکھ لیجیے۔ کہنے لگے میاں! یہ پاؤں پر رکھنے کے لیے ہے، سر والی ٹوپی میری جیب میں ہے۔

ہم بھی اس سیاسی گروہ کے طرف دار ہیں جن کا موقف ہے کہ خواتین کو الیکشن میں حصہ نہیں لینا چاہیے کیونکہ ایک دفعہ ایک خاتون جس کا غالباً شٹل کاک برقعہ تھا اپنے مخالف امیدوار کا بیلٹ بکس ہی اٹھا کر لے گئیں چونکہ خواتین کو گل بوٹے بنانے کا زیادہ شوق ہوتا ہے اس لیے یہ نئے نئے گل کھلاتی رہتی ہیں۔ ایک خاتون نے رنگ برنگی پچکاری کے ذریعے نہ صرف اپنے مخالف امیدوار کے بیلٹ بکس کے منہ پر گلکاریاں کیں بلکہ بیلٹ پیپرز کے ساتھ ساتھ مخالف امیدوار کا بھی روسیاہ کر دیا۔

الیکشن، ادب اور آرٹ کے طالب علموں کے لیے بھی خاصا سود مند ثابت ہوتا ہے۔ ان دنوں اشتہاروں پر جہاں خوبصورت نثر پڑھنے کو ملتی ہے وہاں شاعری میں دلچسپی رکھنے والوں کے ذوق کی تسکین بھی ہوتی ہے۔ مثلاً امیدوار اپنے نام کے ساتھ ایسے مصرعے اور شعر لکھوانا پسند کرتے ہیں:

خاک کربل کی قسم صاحبِ ایمان ہیں ہم

....

ہم اوس کے قطرے ہیں یا بکھرے ہوئے موتی
دھوکہ نظر آئے تو ہمیں رول کے دیکھو

طاقت پر ایمان رکھنے والے امیدوار یہ بھی لکھتے ہیں:

ہم سے الجھو گے تو انجام قیامت ہو گا

ان دنوں دیواروں پر خطاطی اور تجریدی آرٹ کے نادر نمونے بھی پائے جاتے ہیں۔ میرے حلقے سے میرے

ہی ہم نام امیدوار نے الیکشن میں حصہ لیا اور خوبصورت حروف میں میرا نام دیواروں پر لکھوا دیا۔ غصے کی یہ بات ہے کہ یہ نام نہ صرف میرے مہمانوں کی رہنمائی کرتا ہے بلکہ اس کے سامنے ''مردانہ امراض کے علاج کے ماہر'' کا نام لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی پیشے سے منسلک ہیں۔ الیکشن میں نام بھی خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس کا استعمال بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ایک امیدوار جس کا نام مبارک علی تھا، اسے نتائج کا اس وقت علم ہوا جب مخالف امیدوار اس کے نام سے ناجائز فائدہ اٹھا رہا تھا۔ اب اسے نہ صرف اپنے نام پر بلکہ اپنے ماں باپ پر بھی غصہ آ رہا تھا۔

طلبہ کے باشعور ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ حالات سازگار ہونے کا انتظار کے بغیر الیکشن کروا لیتے ہیں نہ صرف الیکشن کرواتے ہیں بلکہ اس کے تمام لوازمات کا بھی خیال رکھتے ہیں۔

چونکہ ہم سب ایماندار ہیں اس لیے ہمارے ساتھ ساری دنیا بے ایمانی کرتی ہے۔ مثلاً ہاکی کے میدان میں ریفری، کرکٹ کے میدان میں ایمپائر اور الیکشن کے میدان میں پریزائیڈنگ آفیسر کے ہاتھوں دھاندلی ہوتی ہے۔ اس لیے اگر نتائج خلاف بھی ہوں تو دل نہیں ہارنا چاہیے۔ اگر اخبار میں بھی نام ہارنے والوں کی فہرست میں چھپ گیا ہے تو بھی بے انصافی ہوئی ہے:

نہ خبر اخبار پر اکتفا کیجیے
ابھی جیتنے کے امکاں اور بھی ہیں

اور اس طرح ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی جہانگیری زنجیر کو ہلا کر نہ صرف مطلوبہ سیٹ حاصل کی جاسکتی ہے بلکہ وزارتِ عظمیٰ پر بھی کمند ڈالی جاسکتی ہے۔ اگر پولنگ کے دوران پتا چل جائے کہ ہار رہے ہیں تو بائیکاٹ ہی جیتنے کا موثر ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے۔ ہمارے ملک کے اکثر لوگ ہر سال یونینز کے ذریعے اپنے ذوق کی تسکین کر لیتے ہیں۔ مثلاً طلبہ، وکلاء، مزدور، تاجر اور اساتذہ...... اس کے باوجود بھی کئی افراد اس نعمت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ جلد انتخابات کروا دیے جائیں۔

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

قسط:۲۴

ورق ورق زندگی

پروفیسر خالد شبیر احمد

گورنمنٹ کالج فیصل آباد سے گورنمنٹ کالج لاہور:

۵۷۔۱۹۵۶ء گورنمنٹ کالج میں میرا آخری سال تھا۔ بی۔ اے کے امتحان کے لیے ہمیں فری کر دیا گیا تھا کہ اچانک ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس سے میری امتحان کی تیاری پر بڑا بُرا اثر پڑا۔ ہوا یوں کہ کالج میں ہڑتال ہوئی جو تین دن تک جاری رہی اور ہمارے مطالبات منظور کر لیے گئے تھے۔ جن میں ایک مطالبہ یہ تھا کہ کالج کو مستقل پرنسپل دیا جائے کیونکہ پروفیسر ظرافت اللہ صاحب عارضی پرنسپل کے طور پر عرصہ دو سال سے کام کر رہے تھے۔ جس سے کالج کا نظم درہم برہم ہو رہا تھا۔ نئے پرنسپل پروفیسر ڈاکٹر عطاء محی الدین آئے تو اُنہوں نے اسی ہڑتال کی کو وجہ قرار دیتے ہوئے سٹوڈنٹ یونین کے صدر اور سیکرٹری دونوں کو دو سال کے لیے کالج سے خارج کرنے کے احکامات صادر کر دیے۔ اور ہم تمام دوستوں کو اس قدر متفکر کر دیا کہ ہم امتحان کے تیاری کے بجائے ان احکامات کے بارے میں سوچنے لگے۔ طے یہ پایا کہ لاہور میں محمود قصوری صاحب سے جو کہ ملک کے بہترین وکیلوں میں شمار ہوتے تھے رابطہ کیا جائے۔ چنانچہ ہم لاہور گئے، اُن سے ملاقات کی اور اس حکم کی کاپی اُن کے سامنے پیش کی کہ دیکھیے یہ حکم اُس وقت دیا گیا ہے جبکہ بی۔ اے اور ایف۔ اے کے امتحان سر پر آ چکے ہیں۔ قصوری صاحب نے کہا کہ اس حکم کو عدالت میں چیلنج کروں گا اور آپ سے کوئی فیس بھی نہیں لوں گا۔ جب ہمارے پرنسپل صاحب نے اس بارے میں سنا تو وہ بھی لاہور پنجاب ایڈووکیٹ جنرل سے ملے اور اُن سے کہا کہ آپ میری طرف سے میرے ان احکامات کی وکالت کریں۔ ایڈووکیٹ جنرل نے پرنسپل صاحب سے کہا کہ آپ کا کیس بہت کمزور ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ لڑکوں کے خلاف آپ نے جو حکم دیا ہے اُسے واپس لے لیں۔ چنانچہ پرنسپل صاحب اس پر راضی ہو گئے اور اُنہوں نے ہمارے وکیل محمود قصوری سے رابطہ کیا کہ لڑکوں کو کہیں کہ میں صلح پر راضی ہوں۔ محمود قصوری صاحب نے ہم سے رابطہ کیا تو ہم نے اُنہیں جواب میں یہی کہا کہ پرنسپل صاحب اپنا آرڈر واپس لینے پر تیار ہیں تو پھر مقدمہ دائر کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس طرح یہ معاملہ تو طے ہو گیا لیکن اس عرصے میں ہمارا وقت ضائع ہوا۔ تاہم ہمارے دونوں لڑکے صدر سٹوڈنٹ یونین غلام محی الدین اور دوسرے سیکرٹری جنرل جن کا نام ذہن میں نہیں رہا دونوں بی۔ اے اور ایف۔ اے کے امتحانوں میں بیٹھے اور پاس ہوئے اس سے اُس پریشانی کا صلہ ہمیں مل گیا۔ ہمارے بی۔ اے کے امتحان رمضان شریف میں ہوئے، روزہ رکھ کر میں نے بھی امتحان دیا اور اللہ نے کرم کیا کہ میں بھی پاس ہو گیا۔ اب میں نے ایم۔ اے کے لیے لاہور کا رُخ کیا۔ اسلامیہ کالج اور

گورنمنٹ کالج کے ہاکی کھلاڑیوں سے میں نے رابطہ کیا تو دونوں نے مجھے اپنے اپنے کالج میں داخل ہونے کی دعوت ہی نہیں دی بلکہ مجبور کیا۔اس کی بنیادی وجہ میرا یونیورسٹی ہاکی ٹیم میں مسلسل چار سالوں تک کھیلنا تھا جس کی وجہ سے دونوں طرف کے کھلاڑی یہی چاہتے تھے کہ میں اُن کے کالج میں داخلہ لوں، بہرحال میں نے گورنمنٹ کالج لاہور کو ترجیح دی اور اُن کے کھلاڑیوں کے ذریعے اے۔ایل کھوکھر صاحب سے، جو گورنمنٹ کالج لاہور میں بطور ڈی۔پی۔ای کام کر رہے تھے اور پنجاب یونیورسٹی ہاکی ٹیم کے انچارج بھی تھے،اُن کے کمرے میں ملا اُنھوں نے بڑی کشادہ روئی کے ساتھ میرا داخلہ گورنمنٹ کالج لاہور میں کرا دیا۔اس طرح میں بی۔اے کے بعد گورنمنٹ فیصل آباد سے گورنمنٹ کالج لاہور کا طالب علم بن گیا اگرچہ ایم۔اے کی تمام کلاسیں پنجاب یونیورسٹی (اولڈ) میں ہوا کرتی تھیں،اس لیے گورنمنٹ کالج میں صرف ہاکی ہی کھیلنے کے لیے جانا ہوتا تھا پڑھائی کا سارا وقت یونیورسٹی میں ہی گزرتا تھا۔

پولیٹیکل سائنس ڈپارٹمنٹ:

میں نے ایم۔اے کے لیے Political Science (علم سیاسیات) کا مضمون چن لیا۔اس لیے سیاسیات کے شعبہ میں ہی سارے لیکچر ہوتے تھے۔اس شعبہ کے انچارج ڈاکٹر فریٹر تھے جن کے بارے میں کہا یہ جاتا تھا کہ وہ ''جرمن جیو'' ہیں۔وہ اُن یہودیوں میں سے تھے جو جرمنی میں قتل و غارت سے بچ کر ادھر اُدھر نکل گئے تھے عجیب و غریب قسم کی شخصیت تھے۔انگریزی منہ میں ہی بولتے تھے۔کچھ سمجھ میں آتا کچھ نہ آتا اُن کے لیکچر کا بھی یہی حال تھا۔کم گو بھی تھے اور کم سمجھ بھی۔بہرحال اپنے شعبے کے لیے پُرخلوص تھے اور خوب کام کرتے تھے۔بعض اوقات تو وہ کمروں کی کھڑکیاں اور دروازے بھی خود کھولتے نظر آتے اور ساتھ ساتھ یہ بھی انگریزی میں کہتے ''کیا یہ یونیورسٹی ہے؟ یہاں کوئی دروازے ہی نہیں کھولتا کوئی ڈسک صاف نہیں کرتا،صرف ڈاکٹر فریٹر یہاں پر کام کرتا ہے کوئی اور نہیں۔ڈاکٹر فریٹر دروازے کھول رہا ہے اور اور ڈاکٹر فریٹر ہی ڈیسک صاف کر رہا ہے۔'' ان کے علاوہ دوسرے پروفیسروں میں پروفیسر شوکت، پروفیسر بشیر، اور راجہ ایف۔ایم تھے جو بی۔اے میں بھی میرے استاد رہے تھے اور لاہور داخلہ لینے سے پہلے ہی گورنمنٹ کالج لاہور میں تبدیل ہو کر آ گئے تھے۔راجہ صاحب سے ہم (Muslim Political Thought) پڑھتے تھے۔بہرحال ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا، اگرچہ یہ آغاز بڑی بے سروسامانی اور معمولی وسائل کے ساتھ کیا گیا۔لیکن الحمدللہ عزم بلند تھا اور ارادہ پختہ تھا۔رہائش کا مسئلہ والد صاحب کے دوست خضر تمیمی ایڈووکیٹ نے حل کر دیا۔اُن کے دفتر میں جو مزنگ روڈ پر تھا رہائش اختیار کر لی اور اس طرح پڑھائی شروع کر دی۔صبح یونیورسٹی، دوپہر کو ہاکی کھیلنے کے لیے گورنمنٹ کالج کی ہاکی گراؤنڈ جسے عرفِ عام میں ''اُوول'' کہا جاتا تھا اور رات کو دفتر آ کر سو رہتے۔

ہم نے اپنے ڈپارٹمنٹ میں تین دوست تھے جنھوں نے گورنمنٹ کالج فیصل آباد سے بی۔اے کیا تھا۔آغا ناصر، میاں اکبر جو میاں اظہر کے کزن بھی تھے اور بعد میں اُن کے بہنوئی بھی ہوئے یہ وہی میاں اظہر ہیں جو گورنر پنجاب

کے طور پر ملکی سیاست میں ایک نیک نام چھوڑ گئے۔ دن کو گورنر ہاؤس میں ہوتے رات کو اپنے گھر میں سوتے۔ فیصل آباد کے دوسرے دوست کچھ تو شعبہ معاشیات میں داخل ہوئے جس میں مظہر شیخ اور ڈاکٹر یعقوب جو بعد میں سٹیٹ بنک آف پاکستان کے گورنر بنے۔ ادھر لا کالج اور ایف سی کالج میں بھی کئی دوست تھے، میاں زاہد سرفراز بی۔ اے میں فیل ہو گئے تھے۔ جب ہم سب دوست لاہور آ گئے تو پھر اُنہوں نے بھی لاہور کالج میں بی۔ اے میں داخلہ لینے کی کوشش کی مگر وہاں اُنہیں اس لیے داخلہ نہ ملا کہ وہ دو مضامین میں فیل تھے۔ اس لیے اُنہوں نے ایف۔ سی کالج میں داخلہ لے لیا اور ایف۔ سی کالج کے ہوسٹل میں رہائش اختیار کی۔ ان تمام دوستوں سے ملاقاتیں ہوتی اور جی لگا رہتا۔

شاہ جی (امیر شریعتؒ) سے لاہور میں ملاقاتیں:

۱۹۵۷ء سے ۱۹۵۹ء تک لاہور میں قیام کے دوران امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ سے دو دفعہ ملاقات ہوئی۔ پہلی ملاقات جیل روڈ پر صوفی عبدالحمید صاحب کی کوٹھی پر اور دوسری لاہور ریلوے سٹیشن پر۔ صوفی عبدالحمید صاحب کی کوٹھی پر تو اس وقت ملاقات ہوئی جب وہاں شاہ جی کے مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ قیام پذیر تھے اور شاہ جی ان سے ملنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ اُنہی دنوں مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تھی اور میں لاہور میں مزنگ روڈ پر جناب خضر تمیمی ایڈووکیٹ کے دفتر میں مقیم تھا۔ مولانا ابوالکلام کی وفات پر اخبارات میں اطلاع دی گئی کہ مولانا داؤد غزنویؒ موچی دروازے کے باہر آپ کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھائیں گے چنانچہ میں اپنے ایک ساتھی جو چنیوٹ سے تعلق رکھتے تھے اور میرے ساتھ ہی تاریخ میں ایم۔ اے کی تیاری کر رہے تھے جن کا نام ممتاز سہارن تھا کے ہمراہ مزنگ روڈ سے موچی دروازے اس جنازے میں شرکت کے لیے وہاں پہنچ گیا۔ جنازے سے فارغ ہوا تھا کہ مجھے کسی جاننے والے نے بتایا کہ حضرت شاہ جی قبلہ حاجی عبدالمتین کی کوٹھی جو شملہ پہاڑی کے قریب تھی پر آئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنے ساتھی ممتاز سہارن سے پوچھا کہ آپ کا کیا پروگرام ہے اُنہوں نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ شاہ جی کو ملنے چلوں گا۔ چنانچہ ہم دونوں موچی دروازے سے حاجی عبدالمتین کی کوٹھی پر آئے تو ہمیں وہاں سے پتہ چلا کہ شاہ جی یہاں نہیں ٹھہرے ہوئے بلکہ وہ تو جیل روڈ پر صوفی عبدالحمید کی کوٹھی پر قیام پذیر ہیں، چنانچہ ہم دونوں وہاں سے پیدل چل کر صوفی عبدالحمید کی کوٹھی پر پہنچے حضرت شاہ جیؒ کوٹھی کے مشرقی لان میں اپنے عقیدت مندوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ جبکہ کوٹھی کے اندر ایک وسیع کمرے میں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری تشریف فرما تھے۔ حضرت شاہ جی کو میں نے سلام عرض کیا اور کہا کہ حضرت آج تو میں آپ کے لیے بہت پیدل چلا ہوں۔ آپ سے ملاقات کا اشتیاق تھا اللہ کا شکر ہے کہ آپ سے ملاقات ہو گئی۔ تھکاوٹ ساری دور ہو گئی ہے۔ میں نے اس کے علاوہ ملاقات کے لیے سارے سفر کی کہانی بھی سنا دی فرمانے لگے کہ:

''کیا یہ مجھ پر تمہارا کوئی احسان ہے؟ اپنے بیٹے ہو ملنے کے لیے آئے ہو، آؤ میرے پاس بیٹھو، میری طرف بھی

تو دیکھو اس عمر میں تین منزلہ ہسپتال پر گیا ہوں اور دانت لگوا کر آ رہا ہوں۔''

میں آپ کے پاس ہی بیٹھ گیا تذکرہ تو ہو رہا تھا مولانا آزاد کی عظمت کا اور زبان تھی امیر شریعت کی منہ سے الفاظ نہیں پھول جھڑ رہے تھے۔ ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ تمام لوگ ہمہ تن گوش شاہ جی کی باتیں سن رہے تھے۔ اور شاہ جی فرما رہے تھے:

''کیا یہ حکومت ہندوستان کا مولانا آزاد پر احسان تھا کہ اس نے مولانا آزاد کو وزیر تعلیم بنایا ہوا تھا؟ بھائی یہ تو مولانا ابوالکلام آزاد کا ہندوستان کی حکومت پر احسان تھا کہ اُن کی وزارتِ تعلیم کو قبول کر لیا۔ میری تمام زندگی پڑھے لکھے لوگوں میں گزری ہے، ایسا عالم فاضل شخص میری نظروں سے کبھی نہیں گزرا، عربی جن کی مادری زبان ہو، اردو جس کے ہاتھ کی چھڑی، فارسی جس کے گھر کا پانی بھرتی ہو اور انگریزی بھی ایسی خوب جانتے تھے کہ (مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا) بابو تم بھی کیا جانو، وہ ہمارے دور کے واقعی امام ابنِ تیمیہ تھے۔ کیا کیا خوبیاں تھیں جو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل و دماغ میں سمو دی تھیں۔''

شاہ جی ابوالکلام آزاد کی شخصیت، کردار اور خدمات کا تذکرہ اپنے مخصوص انداز میں فرما رہے تھے اور میں بڑے غور سے اُن کے چہرے پر نگاہ دوڑا رہا تھا۔ چہرے کے تاثرات میرے دل میں آج بھی تازہ ہیں کہ دل میں رہ رہ کر اس تاباں چہرے کی روشنی و نورانیت جھلملاتی ہے۔ وہ اُس تذکرے سے مخمور تھے اور میں اُن کے نورانی چہرے سے دل و دماغ کو روشن کرتا ہوا اُن کی گفتگو میں محو تھا اتنے میں ایک آدمی نے آپ کے پاس آ کر کہا کہ:

''حضرت رائے پوری آپ کو اندر یاد فرما رہے ہیں''

وہ ماحول یکسر تبدیل ہوتے ہوئے بھی دیکھا۔ شاہ جی کا وہ چہرہ جو چند لمحے پہلے جگمگ کر رہا تھا اُس کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ ایک بالکل مختلف کیفیت شاہ جی پر طاری ہو گئی اُن کی ہر اختیاری و اضطراری حرکت سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی طالب اپنے گرانقدر مطلوب کے پاس جا رہا ہے۔ چہرے پر اب سرخی کی بجائے قدرے زردی تھی۔ پہلے بے تکلفی کے تاثرات تھے اور اب اُس کی جگہ متانت اور سنجیدگی نے لے لی۔ پہلے ننگے سر تھے، اب بڑے اہتمام سے سر پر رومال باندھ رہے تھے، کھڑے ہوئے اور عجز و انکساری کی تصویر بنے ایک سعادت مند مرید کی طرح ایک باکمال پیر کی بارگاہ کی طرف چل دیے، سب لوگ کھڑے ہو گئے اور ہم دونوں بھی لوگوں کے ساتھ کھڑے ہو کر حضرت امیر شریعت کے ساتھ اُن کے پیچھے پیچھے چل تو پڑے تھے لیکن کمرے کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے کہ اندر وسیع کمرے میں تل دھرنے کی جگہ بھی نہیں تھی۔ کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، وہیں دروازے پر کھڑے کھڑے زندگی میں پہلی مرتبہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ یہ پہلی اور آخری زیارت تھی۔ ایک بڑے پلنگ کے ایک کونے میں حضرت تشریف فرما تھے۔ بالکل نحیف و نزار، انتہائی ضعیف جیسے گوشت اور ہڈیوں کی ایک ڈھیری سی کسی نے بستر پر رکھ دی ہو۔ شاہ جی بھی

انتہائی ادب کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے اور سلام عرض کیا اور حضرت رائے پوری کی چارپائی کے ساتھ چپکے سے زمین پر بیٹھنے لگے تو حضرت رائے پوریؒ نے ارشاد فرمایا کہ:

’’نہیں شاہ جی آپ اوپر میرے ساتھ چارپائی پر تشریف رکھیں‘‘ شاہ جی فوراً اُن کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اُن کی چارپائی پر بیٹھ گئے۔ ہم دروازے پر کھڑے یہ سب دیکھ رہے تھے کہ کیسے ایک مرید اور پیر کے درمیان گفتگو ہو رہی ہے۔ اب کمرے میں بیٹھے تمام لوگ شاہ جی کے سامنے تھے شاہ جی ہمارے سامنے، شاہ جی کو حضرت رائے پوری نے فرمایا کہ:

’’آپ کو اس لیے بلوایا ہے کہ آپ ان لوگوں کو وعظ فرمائیں‘‘

بس پھر کیا تھا۔ وہ شاہ جی جو لاکھوں کے مجمع میں اپنی گرجدار آواز سے تقریر کرتے کئی مرتبہ سنے اور دیکھے گئے انتہائی کمزور آواز میں واقعی وعظ فرما رہے تھے۔ یہ تو مجھے اس دن معلوم ہوا کہ تقریر اور وعظ میں کیا فرق ہوتا ہے۔ دیر تک ہم بھی دروازے پر کھڑے کھڑے آپ کے وعظ سے مستفیض ہوتے رہے۔ جس کے بعد چونکہ ہمیں دیر ہو رہی تھی اور ہم نے اپنی منزل ۴ مزنگ روڈ تک جو وہاں سے خاصی دور تھی، پیدل ہی جانا تھا اپنے شاہ جی کو اُن کے پیر کے سپرد کر کے واپس چلے آئے۔

احرار سے پابندی اٹھادی گئی: (۱۹۵۸ء)

۱۹۵۸ء میں جب مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ خان عبدالغفار خان کے صاحبزادے ڈاکٹر خان صاحب تھے، انہوں نے ۱۹۵۳ء میں مجلس احرار اسلام پر لگائی گئی پابندی کو ختم کر دیا۔ مجلسِ احرار اسلام کو دوبارہ فعال بنانے کے لیے امیر شریعت کے حکم کے مطابق جماعت کی تنظیم نو کے لیے لاہور میں ہی مولانا داؤد غزنوی کے مدرسہ دارالعلوم کے وسیع کمرے میں احرار کنونشن بلایا گیا تھا، اس وقت میں ایم۔اے فائنل ائیر کا طالب علم تھا اور میں بھی سرخ قمیص پہن کے اس کنونشن میں شامل ہوا تھا۔ ملک بھر سے سرخ قمیصوں میں ملبوس رضا کاروں کے علاوہ ماسٹر تاج دین انصاری اور شیخ حسام الدین بھی اس احرار ورکرز کنونشن میں شریک ہوئے تھے۔ جذبات کی حدّت تھی کہ قافلۂ اہلِ جنوں پھر سے جانب منزل روانہ ہونے والا ہے۔ اور پھر وہی گھمسان کا رن پڑنے والا ہے۔ سلسلہ وہیں سے شروع ہوگا جہاں سے ٹوٹا تھا۔ وسیع وعریض کمرہ رضا کاروں سے بھرا ہو میدان کارزار میں دوبارہ کودنے کے لیے بے تاب نظر آ رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان میں سے ہر ایک رضا کار پھر سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ کے تحفظ کے لیے سینے پر گولی کھانے اور جیل جانے کے لیے تیار ہے۔ پھر ناموسِ مصطفیٰ کے تحفظ کے لیے قادیانیوں کو آئینی سطح پر غیر مسلم منوانے کے لیے اور اُنہیں اعلیٰ عہدوں سے معزول کرنے کے لیے ہر نوع کی جانی، مالی قربانی دینے کے لیے تیار ہے۔ اور یہ سب زمانے کو بتانا چاہتے ہیں کہ

بدل سکا نہ زمانہ میرا طریقِ جنوں
وہی جو لے تھی پرانی نوائے چنگ وہی

وہی ہیں زخم پرانے وہی ہے خونِ شعور
کماں وہی ہے، نشانہ وہی، خدنگ وہی
جنوں و عقل میں ان بن وہی پرانی ہے
وہی ہے سر میں جو سودائے میر تو سنگ وہی

قبیلہ احرار ایک مرتبہ پھر اپنی صفوں کو درست کر کے میدانِ کارزار میں کودنے کے لیے تیار نظر آ رہا تھا۔ جسے دیکھ کر نظیری کا وہ شعر میرے ذہن سے زبان تک آ گیا۔ شاید یہ شعر نظیری نے احرار کارکنوں اور احرار رہنماؤں کے لیے ہی کہا ہو۔

گریزد از صفِ ما ہر آنکہ مردِ غوغا نیست
کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست

اس کنونشن میں ضیغمِ احرار شیخ حسام الدین کو چیف آرگنائزر بنایا گیا تھا تاکہ وہ پاکستان بھر میں مجلس احرارِ اسلام کو دوبارہ منظّم کریں۔ لیکن اس سے پہلے جب کہ تلاوتِ قرآن پاک کے بعد اجلاس باقاعدہ شروع ہوا تو ایک واقعہ جسے میں کبھی نہ بھول پاؤں گا یہ ہوا کہ شیخ صاحب جو سرخ قمیص میں ملبوس اپنی مخصوص جگہ پر تشریف فرما تھے اُن سے فیصل آباد کے کارکن خواجہ غلام حسین نے سوال کیا کہ:

''کیا میں شیخ صاحب سے یہ سوال کر سکتا ہوں اُن سے پوچھ سکتا ہوں کہ وہ کس حیثیت میں یہاں تشریف فرما ہیں۔''

اس پر سارے ماحول میں عجیب وغریب کیفیت طاری ہوگئی۔ پوچھنے والے کا روئے سخن اس طرف تھا کہ آپ تو احرار کو چھوڑ کر عوامی لیگ سہروردی کی جماعت میں چلے گئے تھے یہاں کیسے تشریف فرما ہیں؟ اگرچہ شیخ صاحب اور ماسٹر صاحب پہلے دونوں مسلم لیگ میں شامل ہوئے، اس فیصلہ کے مطابق جو جماعت نے ۱۹۴۹ء کی کانفرنس میں کیا تھا کہ جماعت اب دینی محاذ پر کام کرے گی جنہیں سیاسی کام کرنا ہے وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔ مسلم لیگ کے مزاج میں وہ نہ کھپ سکے تو اُنہوں نے سہروردی کی جماعت میں شمولیت کر لی تھی۔ یہ کوئی ایسی بات نہ تھی کہ اس طرح سے شیخ صاحب سے سوال کر کے پوچھی جاتی۔ تاہم پوچھنے والے نے بھری مجلس میں پوچھ لیا۔ جواب میں شیخ صاحب نے انتہائی غصے میں جواب دیا:

''بیٹھ جا اوتوں مینوں پچھن والا کون اے''

یعنی تم کون ہوتے ہو مجھ پر یہ سوال کرنے والے۔ اس پر وہ رضا کار غلام حسین خواجہ تو بیٹھ گیا لیکن ایک طرف سے ایک دوسرے کونے سے ایک رضا کار نے کھڑے ہو کر کہا کہ:

''شیخ صاحب آپ سے سوال کیا گیا ہے آپ آرام سے سوال کا جواب بھی دے سکتے تھے۔ آپ کو اس طرح ایک مخلص رضا کار کو جھاڑنے کا حق کس نے دیا ہے۔ اگر آپ کو اپنی قائدانہ صلاحیتوں پر ناز ہے تو ہمیں اپنی رضا کارانہ

صلاحیتوں پر بھی فخر ہے۔ آپ کے لہجے کی تلخی نہ ہمارے خلوص اور ہماری جماعت کے ساتھ محبت کا خون کیا ہے جس کا آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔''

میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ شیخ حسام الدین جیسے مجلس احرار اسلام کے مقتدر اور منفرد رہنما نے اپنے ایک رضا کار سے سب کچھ سن کر جو ایک اچھی خاصی جھاڑ اور سرزنش بھی کہا جا سکتا ہے انتہائی خاموشی اختیار کر لی اور اپنی گردن پورے کنونشن کے دوران جھکائے رکھی۔ سر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ یہ ہے وہ بڑائی جس نے آج تک ان رہنماؤں کی عظمت کا ہمیں گرویدہ بنایا ہوا ہے اور ہم رضا کار، اُن رہنماؤں کی عظمت کے ترانے گاتے نہیں تھکتے۔ آج کی سیاسی و دینی جماعتیں کوئی ایسی مثال اپنی صفوں سے پیش کر کے دکھائیں۔ ہمارے رضا کار ہمارے رہنماؤں کے لیے فخر اور ناز ہوا کرتے تھے اور ہمارے رہنما ہمارے رضا کاروں کے دل و دماغ پر اسی لیے مسلط تھے اور وہ اُن کی ہر بات پر لبیک کہہ کر جیل بھی چلے جاتے تھے اور سینے پر گولی کھانے کے لیے بھی تیار ہو جاتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی اُنہی شیخ حسام الدینؒ کو پورے کنونشن نے اپنا چیف آرگنائزر بنایا۔

لاہور ریلوے سٹیشن پر امیر شریعت سے ملاقات:

اُسی اعلان کے تحت جو کنونشن کے خاتمے پر کیا گیا تقریباً پانچ چھے سو کے لگ بھگ رضا کاروں احرار اپنی سرخ وردی میں رات ریلوے سٹیشن پر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے استقبال کرنے کے لیے بے تاب نظر آ رہے تھے ہر ایک کی نگاہ ریلوے لائن کی اس سمت لگی تھی جدھر سے اُن کے محبوب رہنما نے آنا تھا۔ ایک ایک پل بڑی مشکل سے گزرتا تھا آخر گاڑی پلیٹ فارم کے قریب آئی تو امیر شریعت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے پورا ریلوے سٹیشن گونج اٹھا۔ رضا کاروں نے پورے پلیٹ فارم پر صف بنا کر کھڑے تھے اور نعرے لگا رہے تھے اب کسی رضا کار کو اس بات کا پتہ تو نہیں تھا کہ امیر شریعت کس ڈبے میں ہیں۔ اسے محض اتفاق سمجھیے یا پھر میری محبت کا اثر کہ جہاں پر میں کھڑا تھا وہیں پر شاہ جی کا وہ ڈبہ آن کر رُکا جس میں آپ تشریف فرما تھے۔ میں نے جلدی میں اُن کے ڈبے میں جا کر سلام کیا، اُنہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا یہ میرا سامان ہے اِسے اٹھا لو۔ میں نے اُن کا سامان اٹھایا۔ وہ باہر آئے۔ لیکن اس دفعہ ایک خاص بات جو میں نے کبھی اس سے پہلے امیر شریعت میں نہیں دیکھی، اور میں اس پر حیرت زدہ بھی ہوا کہ انہوں نے استقبالی رضا کاروں کی شان و شوکت اور جوش و جذبے کے مقابلے میں انتہائی بے نیازی کا مظاہرہ کیا، آنکھ اُٹھا کر کسی کی طرف نہیں دیکھا نہ اُن کے چہرے سے اتنے زبردست استقبال کا کوئی مسرت آمیز تاثر ظاہر ہوا۔ بس وہ چل رہے تھے لوگ سلام کرتے تو جواب دیتے، ہاتھ ملاتے اور آگے کی طرف چلتے رہے نہ کہیں رُکے نہ کسی سے کوئی بات کی۔ ایک پُل سے گزرتے ہوئے میں سامان اٹھائے اُن کے ساتھ قدم سے قدم ملاتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ کہ ہم سٹیشن کے

مین گیٹ سے باہر آئے تو ڈیوڑھی میں سٹیشن کے باہر ایک کار کھڑی تھی۔ اس کار سے کوئی آدمی باہر آئے اُنھوں نے مجھ سے شاہ جی کا سامان لیا اور شاہ جی چپکے سے کچھ کہے بغیر کار میں سوار ہو کر چلے گئے۔ کدھر گئے کس لیے آئے وہاں پر تو یہی تاثر تھا کہ شاید وہ اپنے پیرومرشد کو ملنے کے لیے لاہور آئے ہیں۔ یہ شاہ جی کے ساتھ میری سب سے انوکھی ملاقات تھی۔

دفتر روزنامہ آزاد میں ملازمت:

اُن دنوں میں اپنی مالی بے سروسامانی کی وجہ سے کچھ پریشان رہتا تھا۔ چاہتا تھا کہ کہیں کوئی ''پارٹ ٹائم'' نوکری یا پھر کوئی ٹیوشن کی صورت بن جائے تو آسانی ہو۔ لیکن ایسا ہو نہیں رہا تھا کہ میں نے آزاد اخبار میں اشتہار پڑھا کہ اخبار کو ایک نیوز سب ایڈیٹر کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں بھی انٹرویو کی غرض سے دفتر روزنامہ آزاد کے دفتر پہنچ گیا، اُن دنوں رائل پارک میں روزنامہ آزاد کا دفتر تھا۔ اخبار تو جماعت کا تھا لیکن جماعت پر پابندی کی وجہ سے اب اس کا جماعت سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ ایڈیٹر بھی میرے لیے اجنبی تھے۔ کئی لڑکے انٹرویو کے لیے اکٹھے تھے۔ ایڈیٹر کی طرف سے ایک خبرنامہ انگریزی زبان میں ہمارے سامنے رکھ دیا گیا جو سرکاری طور پر پچھلے پہر شعبہ اطلاعات کی طرف سے تمام روزناموں کو جاری کیا جاتا تھا۔ ہمیں کہا گیا کہ ان خبروں کا اردو میں ترجمہ کرو اور پھر اسے خبر کی صورت میں ڈھال کر میرے سامنے پیش کرو۔ میں ایف۔ اے اور بی۔ اے کے دوران روزنامہ آزاد کا فیصل آباد میں نمائندہ رہ چکا تھا۔ یہ تب کی بات ہے جب روزنامہ آزاد کے ایڈیٹر مولانا مجاہد الحسینی ہوا کرتے تھے اور اس کا دفتر مجلس احرار اسلام کے دفتر ساتھ دہلی دروازے کے باہر تھا۔ اس لیے مجھے اس امتحان میں کوئی دقت نہ ہوئی اور میں نے ایسا ترجمہ کیا اور اس طرح سے اسے خبر کی صورت دی کہ کاتب کو دقت محسوس نہ ہو۔ ایڈیٹر صاحب نے سب کو دیکھ کر فیصلہ میرے حق میں کر دیا اور مجھے کہا گیا کہ آپ کل شام کے بعد روزانہ دفتر میں آجایا کریں۔ ہم نے آپ کو روزنامہ آزاد کا نیوز سب ایڈیٹر منتخب کر لیا ہے، اس پر میں بہت خوش ہوا کہ ایک ایسے اخبار میں کام کرنے کا موقع ملے گا جو کبھی تو ہمارا تھا اگرچہ اب جماعت کے پاس نہیں ہے۔ پورا مہینہ میں نے کام کیا۔ رات کو ایک دو بجے کے بعد جب اخبار پریس جاتا تو چھٹی ملتی، جو کام بھی میرے ذریعے ہوتا وہ پسند بھی کیا جاتا اور حوصلہ افزائی بھی ہوتی۔ رائل پارک سے مزنگ روڈ پر آتے آتے دو تین بج جاتے، رات کو نیند پوری نہ ہوتی۔ تاہم روزانہ معمول کے مطابق نہا دھو کر یونیورسٹی چلا جاتا اور پھر شام کو ہاکی کے میدان میں۔ لیکن سانحہ یہ ہوا کہ ایک ماہ گزرنے کے بعد جب میں نے اپنے معاوضے کا تقاضہ کیا تو لیت ولعل سے کام لیا گیا۔ میں نے یہ سمجھ لیا کہ یہاں سے بھی مجھے کچھ نہیں مل سکے گا تو پھر میں نے یہ ملازمت بغیر کچھ وصولی کے چھوڑ دی۔ اور دل کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ زندگی میں یوں بھی ہوتا ہے۔ ایسے حالات برداشت کیے بغیر منزل کی راہ ختم نہیں ہوتی۔ جاری ہے

لاہور میں قادیانیوں کا ایک اور تبلیغی مرکز پکڑا گیا

سیف اللہ خالد

پنجاب میں نگران حکومت کے بعد قادیانیوں کی تبلیغی سرگرمیاں بڑھ گئی ہیں۔قادیانی خفیہ کے بجائے اب علانیہ ممنوعہ لٹریچر تقسیم کرنے لگے۔ قانونی چارہ جوئی کرنے والے مسلمانوں کو دھمکیاں دینے کے علاوہ تعاقب کا سلسلہ بھی شروع کر دیا گیا۔ لاہور کے علاقے اسلام پورہ میں مقامی مسلمانوں کے ساتھ تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا۔ اُمّت کو دستیاب اطلاعات کے مطابق قادیانی جماعت کا توہینِ رسالت، توہینِ اسلام اور ارتدادی مواد پر مشتمل لٹریچر جس میں اُن کا اخبار ''الفضل'' اور مرزا قادیانی کی تمام کتب اور دیگر تبلیغی رسائل و جرائد شامل ہیں، چھاپنا، تقسیم کرنا یا بیچنا آئین کی رو سے جرم قرار دیا جا چکا ہے۔

قادیانی جماعت کے اخبار ''الفضل'' کو پنجاب کے ہوم سیکرٹری نے ۲۶/ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو اپنے آرڈر نمبر 615210(is111) کے تحت بین کر رکھا ہے، مگر قادیانی جماعت کے خفیہ طریقے سے نہ صرف یہ لٹریچر تقسیم کرتی ہے، بلکہ خفیہ طور پر تبلیغی ارتدادی مراکز بھی قائم کر رکھے ہیں۔ نگران حکومت قائم ہونے کے بعد سے اس توہین آمیز لٹریچر کی تقسیم سرعام ہونے کی شکایات موصول ہوئی ہیں، جس پر اسلام پورہ پولیس نے چھاپہ مار کر چار قادیانیوں کو گرفتار کر لیا، جبکہ انسداد دہشت گردی عدالت نے ۲ کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا ہے۔ واقعے کی تفصیل بتاتے ہوئے مقدمے کے مدعی حسن معاویہ نے بتایا ہے کہ، قادیانی اخبار ''الفضل'' کی لاہور میں غیر قانونی تقسیم کا کام کافی عرصے سے جاری ہے اور لاہور میں قادیانیوں کی یہ سرگرمیاں بند کروانے کے لیے پُرامن کوششیں فروری ۲۰۱۲ء سے شروع ہیں۔ حسن کے مطابق لاہور کی اخبار مارکیٹ میں ''دارالذکر احمدیہ'' کے نام سے ایک دکان بنائی گئی تھی، جہاں پر ''الفضل'' ہاکروں کے ذریعے تقسیم کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں کی جانب سے دباؤ ڈالنے اور مذاکرات کرنے کے بعد لاہور کی اخبار مارکیٹ انتظامیہ نے اگست ۲۰۱۲ء میں یہ دکان ختم کرا دی۔ جس پر خدام الاحمدیہ کے لڑکے اخبار مارکیٹ کے باہر فٹ پاتھ پر رکھ کر ''الفضل'' فروخت کرنے لگے، مگر جلد ہی یہاں سے بھی اخبار مارکیٹ انتظامیہ نے اُنہیں بھگا دیا۔ اس پر اگست کے آخر میں ۲ پراڈو اور ۳ ویگو گاڑیوں پر مشتمل قادیانی جماعت کا ایک وفد اخبار مارکیٹ انتظامیہ سے ملا اور اُنہیں کہا کہ وہ مولویوں کی پروانہ کریں، پولیس کو وہ

سنبھال لیں گے۔ مگر انتظامیہ نے اُن کی یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد سے خدام احمدیہ کے لڑکے خفیہ طور پر یہ اخبار تقسیم کر رہے تھے۔ لیکن نگران حکومت بننے کے بعد ان کی یہ کارروائیاں اس حد تک بڑھ گئیں کہ انہوں نے بعض جگہ چوراہوں پر نہ صرف یہ اخبار تقسیم کرنا شروع کر دیا بلکہ مسلمانوں کو اپنے ارتدادی تبلیغی مراکز پر آنے کی دعوت بھی دینے لگے۔ حسن معاویہ نے بتایا کہ نہ صرف اخبار مفت تقسیم ہونا شروع ہوا بلکہ اس کے ساتھ ہی اخبار میں ایسی لغو تحریریں مرزا مسرور کی جانب سے شائع ہونے لگیں جن کا مقصد عام، سادہ لوح مسلمانوں کو عشقِ رسول کے نام پر گمراہ کر کے قادیانیت کی طرف راغب کرنا شامل تھا۔ مثال کے طور پر حسن نے بتایا کہ مرزا قادیانی پر ایمان لانے والے مرزائیوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ جھوٹ لکھا گیا کہ ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے خواب میں آ کر مرزا کو ماننے کا حکم دیا اور نہ ماننے والوں پر لعنت کی۔'' (استغفر اللہ) ان جھوٹی پُر فریب داستانوں کے سبب عام مسلمانوں کے گمراہ ہونے کے خوف سے حسن اور اس کے ساتھیوں نے تھانہ گلشن راوی میں ''الفضل'' کی تقسیم کے خلاف درخواست دی، مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ بالآخر ۱۰/اپریل کو جب اسلام پورہ میں طارق بلڈنگ کے قریب خالد اشفاق اور اس کے ساتھی ''الفضل'' تقسیم کر رہے تھے تو مقامی نوجوانوں طاہر محمود اور عمران علی نے 15 پر کال کر کے پولیس کو بلا لیا، جس پر محمد یٰسین اور توقیر نامی اہلکار گاڑی نمبر LHO-111 پر آئے اور انہوں نے خالد اشفاق ولد محمد اشفاق، طاہر احمد ولد عبدالسعید شاہ، فیصل احمد طاہر ولد طاہر احمد، اظہر ظریف ولد ظریف قوم جٹ کو موقع سے گرفتار کر لیا۔ اس وقت ان کے قبضے سے ''الفضل'' کے علاوہ میگزین انصار اللہ، خالد، میگزین تشحیذ الاذہان اور کتاب روحانی خزائن، برآمد کر کے نہ صرف مقدمہ درج کر لیا گیا بلکہ ۱۱/اپریل کو اُنہیں انسدادِ دہشت گردی نمبر ۲ کی عدالت میں پیش کر کے ریمانڈ بھی لے لیا۔

پولیس ذرائع کا دعویٰ ہے کہ ریمانڈ کے دوران ملزموں کی نشاندہی پر اسلام پورہ میں طارق بلڈنگ کے عقب میں ایک شخص طاہر کے گھر میں قائم ارتدادی مرکز پر چھاپہ مارا تو وہاں سے بے شمار کتابیں، قادیانیوں کے حاضری رجسٹر، بیعت فارم، گمراہ کیے گئے مسلمانوں کے کوائف اور جن مسلمانوں کو ابھی ابتدائی مرحلے میں دھوکہ دیا جا رہا ہے، اُن کے کوائف بھی برآمد ہوئے۔ پولیس نے ایف آئی آر نمبر 13/510 تھانہ اسلام پورہ لاہور کے تحت تمام گرفتار ملزموں خالد اشفاق، طاہر احمد، فیصل احمد، اظہر ظریف سے تفتیش مکمل کر کے انسداد دہشت گردی عدالت نمبر ۲ میں گزشتہ روز پیش کر دیا، جہاں عدالت نے شریک ملزم اور ایڈیٹر ''الفضل'' عبدالسمیع اور منیجر طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ کی گرفتاری کے لیے عدالت سے استدعا کی، جس پر عدالت نے گرفتار ملزموں کو جیل بھیجتے ہوئے پولیس کو حکم دیا ہے کہ ایڈیٹر اور منیجر کو چنیوٹ / چناب نگر سے گرفتار کر کے

شاملِ تفتیش کیا جائے۔ مقدمے کے مدعی حسن معاویہ نے اُمّت کو بتایا کہ گزشتہ روز عدالت میں سماعت کے دوران اور سماعت کے بعد قادیانی وکلا نے اُنہیں عدالت میں دھمکیاں دیں اور کہا کہ تم جانتے نہیں کہ کتنا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ بعد ازاں عدالت سے نکلتے ہوئے قادیانی جماعت کے کارکن، مدعی اور اُن کے ساتھیوں کی تصویریں اور ویڈیوز بنا کر اُنہیں ہراساں کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ حسن معاویہ کا دعویٰ ہے کہ جب سے یہ مقدمہ شروع ہوا ہے، کچھ لوگ اُن کا پیچھا کرتے پائے گئے ہیں، جس پر اُنہوں نے تھانہ مصطفیٰ ٹاؤن میں درخواست دے دی ہے اور پولیس اس کی تفتیش بھی کر رہی ہے۔ لاہور سے دستیاب اطلاعات کے مطابق قادیانی جماعت کی ذیلی تنظیم خدام الاحمدیہ کے لڑکوں نے ملّت پارک طارق بلڈنگ کے علاقے میں جا کر لوگوں کو دھمکیاں دیں۔ جس پر مقامی لوگوں نے اشتعال میں آنے کی بجائے 15 پر کال کر کے پولیس کو طلب کر لیا، جس پر معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ مگر اگلے روز وہی لوگ ایک بار پھر وہاں جا پہنچے جس پر علاقہ ایس ایچ او نے خود ملّت پارک کی گلی نمبر ۲ میں جا کر حالات کا جائزہ لیا اور وہاں پولیس چوکی قائم کر کے ۸، اہلکاروں کی ڈیوٹی لگا دی۔ ملّت پارک کے لوگوں نے ایس ایچ او کی موجودگی میں اعلان کیا ہے کہ وہ قانون پسند شہری ہیں لیکن اگر دوبارہ وہ لوگ علاقے میں آئے اور پولیس نے اُنہیں نہ روکا تو حالات خراب ہونے کی ذمہ داری انتظامیہ اور نگران پنجاب حکومت پر ہوگی۔

علماءِ حق کا ترجمان
المیزان
ناشران وتاجرانِ کتب
دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور
اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ
دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس
کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-37122981-37217262

اُمّتِ مسلمہ کے خلاف قادیانیت کی نئی صف بندی

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی

قادیانیت مذہب کی آڑ میں ایک سیاسی گروہ ہے جس کا مقصد استعماری طاقتوں کے لیے مخصوص خدمات بجالانا ہے، قادیانی جماعت جو کہ مرزا قادیانی کے بقول برطانوی حکومت کا خود کاشتہ پودا ہے۔ ہر دور میں برطانوی استعمار کے لیے خدمات بجالاتی رہی ہے۔

ان خدمات کا تفصیلی تذکرہ پروفیسر الیاس برنی، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، صاحبزادہ طارق محمود اور انجینئر بشیر احمد کی تحریرات میں موجود ہے۔ آغا شورش کاشمیری مرحوم نے بھی جاندار اشارات لکھے ہیں۔ حاصل اُن کا یہ ہے کہ برطانوی حکومت نے اس دور میں جب اس کی حکومت تمام دنیا میں پھیلی ہوئی تھی قادیانی فتنہ کو مسلمانوں کی جاسوسی کرنے، اُنہیں سیاسی طور پر منتشر رکھنے کے لیے استعمال کیا۔ حتیٰ کہ ۱۹۸۴ء میں قادیانیوں کے سابق سربراہ مرزا طاہر احمد نے پاکستان سے فرار ہو کر لندن کے قریب وسیع جگہ حاصل کی اور قادیانیوں کا عالمی ہیڈ کوارٹر قائم کیا۔ وہاں قادیانیت کے عالمی فروغ کے منصوبے ترتیب دیے جاتے ہیں۔ عالمی زبانوں میں لٹریچر چھاپ کر بکثرت تقسیم کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کے غلط تراجم وحواشی والے نسخے وسیع پیمانہ پر پھیلائے جا رہے ہیں۔ سیٹلائٹ کے ذریعہ قادیانی ٹی وی چینل کی نشریات سات آٹھ زبانوں میں جاری ہیں۔ اور یہ سب برطانوی حکومت کے خاص تعاون سے ہو رہا ہے۔ مرزا قادیانی نے خود کو آسمانی نور اور ملکہ برطانیہ کو زمین کا نور قرار دیا تھا اور لکھا تھا کہ چونکہ نور کو نور سے مناسبت ہوتی ہے اس لیے مجھے ملکہ برطانیہ کے نورانی عہد میں بھیجا گیا۔ مرزا قادیانی کی بیان کردہ اس نورانی مناسبت کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اس کے پوتے مرزا طاہر احمد نے برطانیہ میں ہی اپنا عالمی مرکز قائم کیا اور خود بھی وہاں دفن ہو کر شاعر کا قول سچ کر دکھایا

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

قادیانیت کی عالمی سرپرستی پہلے صرف برطانیہ کرتا تھا۔ اب امریکہ جرمنی وغیرہ بھی اس کارِ شر میں برابر کے شریک ہیں۔ اور حکومت پاکستان اور دیگر اسلامی حکومتوں کو ہر ایسے اقدام سے روکتے ہیں جس سے قادیانیت کی حقیقت لوگوں کو معلوم ہوتی ہو اور ان کا تنظیمی ڈھانچہ متاثر ہوتا ہو۔ مثلاً آج سے کچھ عرصہ پہلے دینی جماعتوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ شناختی کارڈ میں مذہب کے خانہ کا اضافہ کیا جائے تاکہ قادیانی غیر مسلم ہونے کی وجہ سے حرمین شریفین نہ جاسکیں اور ہر جگہ اُن

کی پہچان آسانی سے ہو سکے۔اس وقت کے صدر پاکستان غلام اسحاق خان مرحوم نے مطالبہ سے اتفاق کرتے ہوئے اسے درست قرار دیا لیکن ماننے سے معذرت کی اور علما کے ایک وفد کو بتایا کہ بیرونی دباؤ بہت زیادہ ہے اس لیے مطالبہ پورا کرنا ممکن نہیں ہے۔ایک دفعہ بزرگ سیاست دان نوابزادہ نصر اللہ خان مرحوم کا بیان قومی اخبارات میں شہ سرخیوں سے شائع ہوا تھا کہ امریکہ نے پاکستان کو اسلحہ فراہم کرنے کے لیے قادیانیت پر سے پابندی ختم کرنے کی شرط لگادی ہے۔

قادیانیت کی نئی صف بندی کا ایک پہلو قابلِ تشویش ہے کہ انہوں نے براعظم یورپ اور افریقہ کو اپنی ارتدادی سرگرمیوں کا مرکز و محور بنالیا ہے اور جہاں وہ برسوں سے جاری منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچارہے ہیں۔ وہاں نئے نئے منصوبوں کا سنگِ بنیاد رکھا جارہا ہے۔بعض تکمیل شدہ منصوبوں کا مرزا مسرور نے دسمبر ۲۰۱۲ء میں افتتاح کیا ہے۔

ہفت روزہ الفضل لندن (یکم/مارچ ۲۰۱۳ء) کی ایک رپورٹ کے مطابق ۶۔۲۰۰۵ء میں

- دنیا کے ۱۸۵ ممالک میں قادیانیت کو فروغ ملا
- ۱۸۸ بنی بنائی مساجد قادیانیوں کو ملیں
- انڈیا میں ۱۸۶ نئی جماعتیں قائم ہوئیں
- متعدد زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم ہوئے

یہ رپورٹ آج سے سات سال پہلے کی ہے۔اب کیا حالات ہوں گے؟ بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔علاوہ ازیں گھانا اور جرمنی میں وسیع قطعہ ہائے اراضی پر جامعہ احمدیہ کے نام سے ادارے قائم کیے گئے ہیں جن کا افتتاح ہو چکا ہے اور وہاں پر ارتدادی سرگرمیاں جاری ہیں......الفضل انٹرنیشنل کے مذکورہ شمارہ کے مطابق افریقہ کے ۱۲ ممالک میں ۳۴ ہسپتال اور کلینک کام کر رہے ہیں اور ۱۱ ممالک میں مختلف سطح کے ۴۹۴ سکول قائم کیے گئے ہیں۔

حال ہی میں قادیانیت نے ایک نئی کروٹ لی ہے وہ یہ کہ ۱۹۷۴ء میں قادیانیت کے خلاف قومی اسمبلی کے فیصلہ کو مشکوک اور متنازعہ قرار دیا جائے۔

اس غرض سے بعض دوسرے اقدامات کے علاوہ ایک ضخیم کتاب مارکیٹ میں پھیلائی جارہی ہے۔اور اعلیٰ سطح کے بیسیوں افراد میں مفت تقسیم ہورہی ہے اس کتاب کا نام ہے ''دوسری آئینی ترمیم ۱۹۷۴ء خصوصی کمیٹی میں کیا گزری تاریخ کا ایک باب'' یہ کتاب ڈاکٹر مرزا سلطان احمد نے تحریر کی ہے جو کہ تاریخ کے حوالہ سے معروف قادیانی جعل ساز دوست محمد شاہد کا بیٹا ہے۔اس کتاب کی اشاعت کے لیے قادیانیوں نے وہ وقت چنا ہے جب کہ ۱۹۷۴ء کی خصوصی کمیٹی میں شامل سب علما کرام اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔کئی معروف پارلیمینٹیرین بھی دنیا میں نہیں ہے حتیٰ کہ اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو، اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار بھی خالق کائنات کے حضور پہنچ گئے۔ جو دو چار ممبران زندہ سلامت ہیں اُنہیں شاید فرصت ہی نہیں۔اس کتاب میں خصوصی کمیٹی کے طریق کار کو غیر منصفانہ قرار دیا گیا ہے۔اور یہ لکھا ہے کہ مرزا ناصر احمد کا مؤقف اس کے سامنے ہی کچھ کا کچھ بنادیا جاتا تھا۔سب سے زیادہ چاند ماری اٹارنی جنرل پر کی گئی ہے کہ بددیانتی کرتے ہوئے قادیانی

کتب کے غلط حوالے اجلاس میں پیش کیا کرتے تھے۔

میرے محدود علم کے مطابق ۱۹۷۴ء کی خصوصی کمیٹی کے ارکان میں سے معروف قانون دان جناب احمد رضا قصوری اس وقت سلامت باکرامت ہیں ان کا یہ قومی دینی اور اخلاقی فرض بنتا ہے کہ وہ اس کتاب کا تجزیہ کر کے قادیانی دجل وفریب واضح کریں۔ وکلائے ختمِ نبوت اور اعلیٰ عدالتوں کے ریٹائرڈ جج صاحبان بھی اس کام سے بری الذمہ نہیں ہو سکتے اس لیے کہ وہ تحفظِ ختمِ نبوّت کے مقدس مشن میں درجہ بدرجہ شریک رہے ہیں۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
30 مئی 2013ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی　سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

HARIS
1

حارث ون
ڈاؤلینس ریفریجریٹر
اے سی سپلٹ یونٹ
کے بااختیار ڈیلر
Dawlance
نزد الفلاح بینک، حسین آگاہی روڈ، ملتان
061 -4573511
0333-6126856

ادارہ

اخبار الاحرار

احرار ختم نبوت کانفرنس چیچہ وطنی

(۴/اپریل ۲۰۱۳ء چیچہ وطنی) تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء کے دس ہزار شہداء کی یاد میں مجلس احرارِ اسلام کے زیر اہتمام چیچہ وطنی کی مرکزی جامع مسجد میں قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری کی زیرِ صدارت منعقدہ ایک روزہ عظیم الشان ''ختم نبوت کانفرنس'' کے مقررین نے کہا ہے کہ نگران وزیر اعلیٰ پنجاب کے حلف کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ ان کا کردار و عمل آئینی فیصلوں اور حلف کے برعکس ہے وہ ماضی میں قادیانی فتنے کو پرموٹ کرتے رہے ہیں۔ کانفرنس کے مہمانِ خصوصی مرکز سراجیہ لاہور کے مدیر صاحبزادہ رشید احمد تھے جبکہ پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی، ممتاز اہلحدیث رہنما سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا مفتی محمد حسن، خطیبِ پاکستان مولانا محمد رفیق جامی، مولانا محمد ارشاد، مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی نائب امیر سید محمد کفیل بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر، قاری زاہد محمود، شیخ اعجاز احمد رضا اور دیگر مقررین نے خطاب کیا۔

حضرت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۵۳ء میں سفاک و بدمعاش حکمرانوں نے اقتدار کے نشے میں بدمست ہوکر دس ہزار نہتے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی، شہداءِ ختم نبوت نے پاکستان پر قادیانی اقتدار کا راستہ روکا، شہداء نے اپنے مقدس خون سے ایک مضبوط دیوار قائم کردی، آج بھی ملک کو بچانا ہے تو سول اور فوج کے کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے اور قادیانی نواز عناصر کو نکیل ڈالی جائے، ملک و ملت کے خلاف ہونے والی سازشوں کے پیچھے قادیانی عناصر موجود ہیں، انہوں نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت وحدتِ اُمّت کی اساس ہے اور یہ مضبوط ترین قدر مشترک ہے جس پر اُمّت اکٹھی ہے، مولانا زاہد الراشدی نے کہا کہ خونی بسنت پر سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کی پابندی کے باوجود نگران وزیرِ اعلیٰ اس کو منانے کا اعلان کررہے ہیں اور ساتھ میوزیکل شو کی بھی ترغیب دے رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ پاکستان کے قومی پریس کے ریکارڈ پر موجود ہے کہ نجم سیٹھی اسلامی شعائر کا مذاق اڑاتے رہے، قادیانیوں کی وکالت کرتے رہے اور دین دشمنی اور ملک دشمنی سے ان کی تاریخ بھری پڑی ہے ہم صورتحال پر پوری نظر رکھے ہوئے ہیں کوئی طاقت ناموسِ رسالت اور تحفظِ ختم نبوت سے متعلق قوانین کو ختم نہیں کرسکتی، انہوں نے کہا کہ عالمی استعمار اور اس کے گماشتوں نے پاکستان کو نشانے پر رکھا ہوا ہے اور ملک کی نظریاتی شناخت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نگران حکومتیں اپنے دائرے میں رہیں

اور آئینی حدود سے تجاوز نہ کریں، انہوں نے دینی جماعتوں سے پرزور اپیل کی کہ وہ مذہبی ووٹ کو تقسیم ہونے سے بچائیں۔ انہوں نے کہا کہ پرویز مشرف کو نجم سیٹھی جیسے لوگوں نے لال مسجد پر حملے کے لئے اُکسایا۔ مولانا مفتی محمد حسن نے کہا کہ یہ فتنوں کا دور ہے نوجوان نسل کو اہل حق سے جڑے رہنا چاہیے، انہوں نے کہا کہ جنگِ یمامہ میں بارہ سو صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے مسیلمہ کذاب کے فتنۂ اِرتداد کا قلع قمع کیا، عقیدۂ ختمِ نبوت کا تحفظ جنت کی ضمانت ہے۔ سید ضیاء اللہ شاہ بخاری نے کہا کہ اُمّت میں مذہبی منافرت پھیلانے والے ملک وملت کے دشمن ہیں اور یہ خفیہ ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ تحفظ ختمِ نبوت اور ردِ قادیانیت کے حوالے سے مجلس احرارِ اسلام کی تاریخ قومی ورثہ ہے، ہزاروں شہداء اور لاکھوں مجاہدین نے عقیدۂ ختمِ نبوت کے لئے قربانی دی۔ قوم میں وحدت پیدا کرنے کے لئے دینی قدروں کی بحالی از حد ضروری ہے۔ مولانا محمد رفیق جامی نے کہا کہ شہداءِ یمامہ اور شہداءِ ۱۹۵۳ء کے خون کا صدقہ ہے کہ مرزائی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ سیکولر انتہا پسندی نے پاکستان کو تباہی سے دوچار کر دیا ہے، حکمرانوں نے مفادات کی سیاست کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں سیکڑوں بے گناہوں کے قاتل پرویز مشرف اور اس کی ٹیم کو عدالت کے کٹہرے میں لایا جائے، بے گناہ انسانوں اور بچیوں کا خونِ ناحق ضرور رنگ لائے گا اور قاتل اپنے انجام کو پہنچیں گے۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ قادیانی صرف مذہبی طور پر ہی نہیں بلکہ سیاسی طور پر بھی خطرناک سازشوں میں مصروف ہیں۔ قادیانی اپنی متفقہ آئینی حیثیت کو تسلیم کرنے کی بجائے اپنے آپ کو مسلمان کے طور پر پیش کرتے ہیں اور اسلام کا ٹائٹل استعمال کر کے پوری دنیا کو دھوکہ دے رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ بھٹو مرحوم نے کہا تھا کہ ''قادیانی پاکستان میں وہی حیثیت حاصل کرنا چاہتے ہیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔'' کانفرنس کی قراردادوں میں اِس امر پر شدید احتجاج کیا گیا کہ چناب نگر سمیت ملک بھر میں امتناعِ قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد نہیں ہو رہا اور لاہوری و قادیانی مرزائیوں نے ووٹر لسٹوں میں اپنے نام درج نہیں کرائے، قادیانی اپنے آپ کو غیر مسلم کے طور پر اندراج کرانے سے انکاری ہیں الیکشن کمیشن کو اس کا نوٹس لینا چاہیے۔ کانفرنس میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ قادیانیوں کی مردم شماری کرائی جائے اور سول وفوج کے کلیدی عہدوں سے ان کو ہٹایا جائے۔ کانفرنس کی ایک اور قرارداد میں نگران وزیر اعلیٰ پنجاب کو انتباہ کیا گیا کہ وہ قادیانیوں کی سرپرستی ترک کر دیں۔ کانفرنس کی مختلف نشستوں میں قاری محمد علی، حافظ محمد عثمان، قاری محمد عثمان المالکی نے تلاوت قرآن کریم کی سعادت حاصل کی جبکہ حافظ محمد اکرم احرار، قاری اسد اللہ فاروقی، حافظ محمد بلال، محمد احسن نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ہدیۂ نعت پیش کیا۔ کانفرنس میں حضرت پیر جی قاری عبدالجلیل رائے پوری، پیر جی قاری عبدالرحمٰن، مولانا احمد ہاشمی، مولانا احمد شیر، قاری منظور احمد طاہر، قاری عبدالجبار، قاری بشیر احمد، قاری سعید ابن شہید، قاری عتیق الرحمٰن، محمد اسلم بھٹی، شیخ عبدالغنی، شیخ محمد حفیظ، رائے محمد مرتضیٰ، شہزاد سعید چیمہ سمیت متعدد شخصیات نے خصوصی طور پر شرکت کی۔

نگران حکمران قادیانی آرڈیننس پر عمل درآمد کریں

چیچہ وطنی (۸؍اپریل) متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے کہا ہے کہ نگران وزیر اعلیٰ اور نگران حکومت امتناعِ قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد کی صورتحال کا جائزہ لے کر اپنی غیر جانبداری کو یقینی بنائے اور چناب نگر سمیت صوبے بھر میں تحفظ ختمِ نبوت اور امتناعِ قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد کرائے، یہاں صحافیوں سے گفتگو میں متحدہ تحریک ختمِ نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے کنوینئر اور مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ نجم سیٹھی نے ماضی میں اپنے انگریزی ہفت روزہ ''فرائیڈے ٹائمز'' میں جس بدترین قادیانیت نوازی کا ثبوت دیا، اس کی مثال نہیں ملتی انہوں نے کہا کہ تمام مکاتب فکر کی قیادت کو قادیانی ریشہ دوانیوں کا از سرنو جائزہ لے کر مشترکہ لائحہ عمل طے کرنے کی ضرورت ہے انہوں نے الزام عائد کیا کہ بعض بڑی سیاسی جماعتیں اپنے فیصلے امریکی ڈکٹیشن پر کر رہی ہیں، جس سے ملکی سلامتی کے لئے سوالیہ نشان بڑھ رہے ہیں۔

جناح انسٹی ٹیوٹ اسلام آباد......قادیانیوں کی آماجگاہ

لاہور (۱۹؍اپریل) متحدہ تحریک ختمِ نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے غیر ملکی فنڈز سے چلنے والے ادارے ''جناح انسٹی ٹیوٹ اسلام آباد'' کی جانب سے بھٹو دور میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے فیصلے کو انتہا پسندی قرار دینے اور شراب پر پابندی پر تنقید کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ قرآن وسنت اور اجماعِ اُمت کی روشنی میں کئے جانے والے فیصلوں کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا، متحدہ تحریک ختمِ نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے مرکزی کنوینئر اور مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ غیر ملکی فنڈز سے چلنے والے ایک ادارے جناح انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام اسلام آباد کے ایک ہوٹل میں ایک تقریب منعقد کی گئی جس میں رضا احمد رومی اور ماروی سرمد نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے اور شراب پر پابندی کے فیصلے پر سخت تنقید کی اور کہا کہ شراب پر پابندی بلا جواز ہے۔عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ اِس اعلیٰ سطحی تقریب کے شرکاء کی اکثریت غیر مسلموں خصوصاً قادیانیوں پر مشتمل تھی اور اس میں نظریۂ اسلام اور نظریۂ پاکستان کا بری طرح مذاق اڑایا گیا، انہوں نے الزام عائد کیا کہ اس تقریب میں شیعہ مکتب فکر کے امین شھیدی نے بھی قابلِ اعتراض گفتگو کی۔اس تقریب میں یہ بھی کہا گیا کہ ''اِنتہائی گھٹیا شراب فروخت کی جارہی ہے۔شراب پر سے پابندی ختم کرکے معیاری شراب عام فروخت کی جائے۔'' عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ اس تقریب کے منتظمین کے خلاف آئینِ پاکستان کے مطابق کاروائی ہونی چاہیے۔

احرار ختم نبوت کانفرنس ملتان

(ملتان ۲۵؍اپریل) سیکولر فاشسٹ اور قادیانی اللہ کے دین کی مخالفت اور اہلِ دین کے مقابلہ کے لیے متحد ہو چکے ہیں۔قادیانی ملک کی تینوں بڑی سیاسی جماعتوں میں لابنگ کرکے ملک کے اسلامی تشخص اور اسلامی قوانین کو ختم

کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔ عقیدۂ ختمِ نبوّت کا دفاع ہماری دنیا و آخرت کی کامیابیوں کا ذریعہ ہے۔ خطباء '' آٹھویں سالانہ احرار شہدائے ختمِ نبوّت کانفرنس'' ملتان۔ مجلس احرارِ اسلام کے زیرِ اہتمام دارِ بنی ہاشم میں تحریکِ مقدس ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء کے شہداء کی یاد میں آٹھویں سالانہ احرار شہدائے ختمِ نبوّت کانفرنس کے مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ استحکامِ پاکستان کا واحد راستہ غلبۂ دین ہے۔ سیکولر قوتیں پاکستان کی نظریاتی اساس تبدیل کرنے کی سازشیں کر رہی ہیں۔

قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ لادین طاقتیں اور قادیانی آپس میں گٹھ جوڑ کر کے اسلام اور مسلمانوں کو سیاسی اور دستوری محاذ پر شکست دینے کی سازشیں کر رہے ہیں۔ آئندہ انتخابات میں قادیانی، عالمی استعمار کے ایجنڈوں کی مدد کریں گے۔ جامعہ خیر المدارس کے مہتمم اور وفاق المدارس العربیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا قاری حنیف جالندھری نے اپنی تقریر میں کہا کہ حضور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی رہتی دنیا کے لیے منبع و مرکز ہدایت ہے۔ آپ کا اسوۂ حسنہ ہی امت کے مسائل کا مستقل اور کامل حل ہے۔ انہوں نے کہا کہ عظمتوں کے اس سراجِ منیر کے مقابلے میں جو بھی آیا جل کر راکھ ہی ہوا۔ قاری حنیف جالندھری نے کہا کہ مجلس احرارِ اسلام اور خاندانِ امیر شریعت نے تحفظِ ختم نبوت کے لیے عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ ہمیں ان کی رہنمائی پر فخر ہے۔ انہوں نے کہا کہ شہدائے ختم نبوت کی قربانی نے تحریک ختم نبوت کو کامیابی سے ہم کنار کیا۔ مجلس احرارِ اسلام کے ناظمِ اعلیٰ جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے شرکائے اجتماع کو بتایا کہ قادیانی ملک کی تینوں بڑی سیاسی پارٹیوں میں موجود ہیں۔ اور اپنے اسلام مخالف مقاصد کی تکمیل کے لیے کوشاں ہیں، مسلم لیگ (ن) میں بریگیڈیر (ر) نیاز، پی پی پی میں چودھری طارق عزیز اور پی ٹی آئی میں مسٹر شفقت محمود جیسے لوگ قادیانیت کی تقویت کا سبب ہیں اور انہی کے لیے لابنگ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پرویز مشرف لال مسجد کی بیٹیوں کا قاتل اور ملک و قوم کا غدار ہے، وہ کسی معافی کا حق دار نہیں۔ تنظیم اسلامی حلقۂ جنوبی پنجاب کے امیر ڈاکٹر طاہر خان خاکوانی نے کہا کہ استحکامِ پاکستان مقاصدِ پاکستان سے انحراف کرتے ہوئے ممکن نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ختمِ نبوت اور تکمیلِ دین کا منطقی نتیجہ قیامِ خلافت اور غلبۂ دین ہے۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ عقیدۂ ختمِ نبوّت کا دفاع دنیا میں ہمارے وجود کی بقاء اور آخرت میں ہماری نجات کا ضامن ہے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیت دجل اور دھوکہ ہے۔ وہ مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر دھوکہ دے رہے ہیں۔ اہلِ سنت والجماعت کے رہنما انجینئر اشفاق احمد نے کہا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عقیدۂ ختمِ نبوّت کا دفاع کرنے والے پہلے محافظین ہیں۔ ماہنامہ الاحرار کے مدیر ابنِ ابوذر حافظ سید محمد معاویہ بخاری نے اپنے خطاب میں کہا کہ موجودہ سیاسی ہنگامے میں مذہب کا بیوپار دراصل سیاسی قوتوں کے ہاتھ مضبوط کرنے کے مترادف ہے۔ قادیانی، اسلام، مسلمانوں اور وطن کے خلاف سب سے بڑا فتنہ ہے۔ کانفرنس سے مجلس احرار اسلام کے مرکزی ناظمِ تبلیغ مولانا محمد مغیرہ، میاں محمد اویس، حافظ محمد اکرم احرار، حافظ اشرف علی، سید صبیح الحسن ہمدانی، قاری عبدالرحمٰن اور دیگر نے بھی خطاب کیا۔

چودھری محمد طفیل رحمۃ اللہ علیہ

محمد ارسلان فیاض

بلاشبہ عقیدہ ختم بنوت ہر مسلمان کے ایمان کا لازمی جزو ہے اور اس کا تحفظ بھی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ جب دینِ اسلام کے خلاف سازشیں عروج پر پہنچیں اور کفری قوتوں نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کیلئے سازشی عناصر کو متحرک کیا اور ایک خود ساختہ نبی (نعوذ باللہ) مرزا قادیانی نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو اس وقت مسلمانوں نے سازشوں کو بھانپتے ہوئے اس کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قیادت میں تحفظِ ختم نبوت کے لیے تنظیم تشکیل دی گئی جو آج بھی اس عظیم مقصد کیلئے سرگرم عمل ہے۔ اس کاروان نے ہمیشہ طاغوتی قوتوں کے مذموم عزائم ناکام بنائے، کئی اہم دینی شخصیات بھی اس قافلے کا حصہ رہیں اور اپنی تمام زندگی اس عظیم مقصد کے لیے گزار دی۔ ایک ایسی ہی شخصیت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق نائب امیر چوہدری محمد طفیل احرار ہیں جو 1920ء میں ضلع گورداسپور کی تحصیل قادیان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی اور دوران تعلیم ہی مجلس احرار اسلام کے ساتھ منسلک ہو گئے بعد ازاں باقاعدہ طور پر مجلس احرار اسلام قادیان کے شعبۂ تبلیغ کے آفس سیکرٹری کے عہدے پر مامور ہوئے۔ مرحوم قادیانیوں کے خلاف تبلیغ کے مشن کو عبادت اور جہاد سمجھ کر کرتے رہے۔ تقسیم ہند کے وقت مسلمانوں کی حفاظت کے لیے رضا کاروں کے دستے میں بھی خدمات سرانجام دیں، جس کی وجہ سے قادیانیوں کے ایما پر ہندوؤں نے ان گھر پر حملہ بھی کیا۔ مرحوم تقسیم ہند کے بعد 1948ء میں کوئٹہ تشریف لائے اور کوئٹہ میں قادیانیوں کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے اس وقت کے جید علماء کرام سے ملاقاتیں کیں بعد ازاں علماء کی سرپرستی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے محاذ کو فعال اور متحرک کیا اور عوامی سطح پر قادیانیت کے خبث باطن کو آشکار کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا، بلکہ ہمہ وقت ردقادیانیت کے جذبے سے سرشار کام کرتے رہے۔ مرحوم مجلس تحفظ ختم نبوت کی سالانہ کانفرنسز کے انعقاد کے لیے عملی کوششیں کرتے رہے۔ مرحوم کے خوف کی وجہ سے قادیانیوں کے بڑے بڑے بااثر لوگوں جن میں سرکاری ملازمین سرمایہ دار طبقہ اور قادیانیوں کے چوٹی کے وکلاء شامل تھے جنہوں نے مرحوم کے خلاف حکومت کو خط لکھے کہ انہیں کوئٹہ بدر کیا جائے لیکن حکومتی تحقیق کے بعد قادیانیوں کی تہمت جھوٹی نکلی جس پر حکومت نے ان کیخلاف درج کیا ہوا مقدمہ خارج کر دیا۔ مرحوم نے 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑا مؤثر کردار ادا کیا۔ مرحوم کی دفاع ختم نبوت کے لیے کی گئی خدمات کو تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔ مرحوم سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہ کئی سال تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر رہے لیکن بعد ازاں مرحوم نے اپنا عہدہ حاجی فضل قادر شیرانی کے لیے از خود رضا کارانہ طور پر خالی کر دیا تھا اور پھر ۴رفروری ۲۰۱۳ء کو چوہدری محمد طفیل احرار ۹۳ برس کی عمر میں کوئٹہ میں انتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں (آمین)۔ گزشتہ برس ۲۶ رفروری کو مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ کوئٹہ تشریف لائے تو شام کو والد صاحب مرحوم (حاجی فیاض حسن سجاد) چیمہ صاحب کو مرحوم چودھری صاحب سے ملاقات کے لیے لے گئے قاری حمزہ ملوک مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور راقم بھی ہمراہ تھے۔ چیمہ صاحب کا تعارف کرایا تو بے حد خوش ہوئے اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے پر آبدیدہ ہو گئے۔

والد صاحب مرحوم (حاجی فیاض حسن سجاد) نے صوبہ بلوچستان میں تحفظ ختم نبوت کے محاذ کو سرگرم کیا اور ہر مکتب فکر سے اِس مسئلہ پر رابطہ رکھا یہ سب چودھری صاحب مرحوم کا ہی فیض اور ان کی تربیت کا اثر تھا، آج بھی بلوچستان میں تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے جتنا کام ہو رہا ہے یہ سب چودھری صاحب مرحوم کی محنت کا نتیجہ ہے وہ اس کام کو دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضمانت سمجھتے تھے۔

مسافرانِ آخرت

● والد مرحوم مولانا فیصل متین: مدرسہ معمورہ ملتان کے ناظمِ تعلیمات مولانا فیصل متین کے والد ماجد مہر محمد ظفر سرگانہ ۲۲ راپریل بروز پیر دوپہر کو انتقال کر گئے، جناب محمد ظفر سرگانہ مرحوم تحصیل کبیر والہ ضلع خانیوال کی قدیم بستی باگڑ سرگانہ میں رہائش پذیر تھے۔ اُن کے والد ماجد مہر شوق محمد سرگانہ مرحوم قیامِ پاکستان سے قبل ہی مجلس احرارِ اسلام سے وابستہ تھے۔ وہ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے میزبان تھے اور انہی کی دعوت پر حضرت امیر شریعت بستی باگڑ سرگانہ تشریف لایا کرتے۔ مہر ظفر سرگانہ مرحوم نے اپنے عظیم والد مرحوم کے خاندانِ امیر شریعت سے تعلق کو آخر وقت تک نبھایا اور اپنی اولاد کو بھی اسی نسبت سے جوڑ دیا۔ ۱۸ راپریل کو مرحوم اپنے گھر بستی باگڑ سے کبیر والہ موٹر سائیکل پر جا رہے تھے کہ حادثے کا شکار ہو گئے، سر میں شدید چوٹیں آئیں، تین دن سی ایم ایچ ملتان میں زیرِ علاج رہے۔ آخر ۲۲ راپریل کو بعد ظہر انتقال کر گئے۔ مدرسہ معمورہ ملتان کے اساتذہ وطلبا، سید محمد کفیل بخاری، مولانا محمد اکمل، سید عطاء المنان، سید صبیح الحسن اور دیگر احباب نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے۔ نمازِ جنازہ مولانا فیصل متین نے خود پڑھائی اور بستی باگڑ سرگانہ کے قدیم قبرستان میں تدفین ہوئی۔ قائدِ احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ اور مجلس احرارِ اسلام کے ناظم اعلیٰ جناب عبداللطیف خالد چیمہ تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔ جبکہ دیگر رہنماؤں نے فون پر تعزیت کی۔

● حاجی عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ: ملتان میں ہمارے بہت ہی شفیق ومہربان حاجی عبدالعزیز (احمد سوئیٹس والے) ۲۳ راپریل بروز منگل ساڑھے چھے بجے شام انتقال فرما گئے۔ ان کی نمازِ جنازہ ابنِ امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے پڑھائی۔ نمازِ جنازہ میں ملتان کے دینی مدارس اور دینی جماعتوں کے رہنماؤں اور کارکنوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ سید محمد کفیل بخاری، سید محمد معاویہ بخاری، سید عطاء المنان بخاری، سید صبیح الحسن اور مدرسہ معمورہ کے اساتذہ بھی نمازِ جنازہ میں شریک تھے۔

● ملتان میں ہمارے کرم فرما حاجی عبدالحفیظ بھٹہ صاحب (نور الاسلام کالونی) گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

● ملک طارق محمود صاحب (اسلام آباد) کی خالہ محترمہ، انتقال: ۲۷ راپریل بروز ہفتہ۔

● گلاسگو میں شیخ عبدالواحد کے مکان پر خواتین میں تبلیغی خدمات سرانجام دینے والی مسز کھنڈ ۱۸ راپریل کو انتقال کر گئیں۔

● مجلس احرار اسلام بورے والہ کے کارکن رانا عبدالرشید کا بھانجا اور ہمشیر گزشتہ ماہ انتقال کر گئے

● چیچہ وطنی میں دارالعلوم ختم نبوت کے معاون خصوصی حکیم منظور احمد انتقال فرما گئے

● چیچہ وطنی میں جماعت کے معاونین محمد کاشف، محمد آصف اور حافظ محمد عاطف کی والدہ ماجدہ اور بورے والا جماعت کے ناظم نشریات محمد نوید طاہر کی خالہ انتقال فرما گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ پسماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے۔ (آمین) قارئین سے درخواست ہے کہ ایصالِ ثواب اور دعاءِ مغفرت کا خصوصی اہتمام فرمائیں (ادارہ)

روح افزا
PAKISTAN
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
اور کیا چاہیئے!

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱)...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہوگیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح وشام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر وغم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین معلم اسلامیات Tel:041-8814908

دعاؤں کے طالب

CARE کیئر
PHARMACY فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores

Head Office: Canal View, Lahore

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! فیصل آباد میں 9 برانچز آپ کی خدمت کیلئے 24 گھنٹے کھلی ہیں۔